سنت کی عظمت

اور

بدعت کی قباحت

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

صاحبِ فتاوی رحیمیہ

بہ اہتمام

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

محدث دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور (یو، پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو لفظ

سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت: حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ثم راندیری قدس سرہ کا ایک قیمتی رسالہ ہے جو فتاوی رحیمیہ جلد ۱۰ میں بھی شائع ہوا ہے اور علحدہ کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا تھا مگر اب کمیاب ہے، میں نے جب فتاوی رحیمیہ کی تبویبِ نو کی تو یہ مضمون پڑھا، مجھے بے حد پسند آیا، اس میں وافر معلومات ہیں اور بارہ مشہور اور غیر مشہور بدعات کا مفصل بیان ہے، میں نے مناسب سمجھا کہ اسے علحدہ کتابی شکل میں شائع کروں تاکہ امت اس سے مستفیض ہو اور سنت کی عظمت کا اور بدعت کی قباحت کا پیغام عام ہو۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے لئے لفظ غوث الاعظم استعمال کیا تھا میں نے اس کو ''پیرانِ پیر'' سے بدل دیا ہے کیونکہ غَوْث (مصدر) کے معنی ہیں مدد، اور مصدر بمعنی اسم فاعل آتا ہے جیسے: زیدٌ عدلٌ، پس الغوث بمعنی المُغِیْث ہے جس کے معنی ہیں فریادرس، دستگیر، مددگار یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہی فریادرس اور مددکنندہ ہیں، سورۂ فاتحہ میں ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہے پس مُوہم شرک لفظ کا استعمال جائز نہیں اور پیرانِ پیر کا مفہوم ہے بڑے پیر صاحب، یہ بات بیشک درست ہے آپ کا قدم بعد کے تمام پیروں کی گردن پر ہے اور عرف عام میں الغوث الاعظم: اسی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت کی طرف سے بڑے پیر صاحب قدس سرہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور حضرت مصنف رحمہ اللہ کو جو انہی کی اولاد میں ہیں کیونکہ آپ ''قادری'' ہیں، اللہ آپ کو آپ کے اسلاف کے ساتھ ملائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلائے (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند ۱۵ رجب ۱۴۱۸ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت

سوال: شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ بدعت کی تعریف کیا ہے؟ اور اس میں کونسی ایسی قباحت اور خرابی ہے کہ اسے اتنا بڑا گناہ کہا جاتا ہے؟ تفصیلی دلائل سے اسے منقح فرمائیں۔ مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ بدعت کی قباحت سے واقف نہیں ہے بلکہ اسے ثواب اور کارِ خیر سمجھتے ہیں اس لئے آپ کو تکلیف دی جارہی ہے کہ آپ اس پر مکمل روشنی ڈالیں اور خاص اپنے انداز میں اس کی مکمل وضاحت فرمائیں۔ اللہ پاک آپ کی سعی کو قبول فرمائیں اور بارآور فرمائے اور اُمّت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے کہ اُمت بدعت کی اندھیریوں سے نکل کر سنت کی روشنی میں آکر دین دنیا اور آخرت کو سنوارے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً و مسلماً! جس طرح شرک توحید کی ضد ہے اسی طرح بدعت سنت کے مدمقابل ہے، سنت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور اسے نیست ونابود کر کے اس کی جگہ لے لیتی ہے۔

بدعت کی تعریف بدعت اسے کہا جاتا ہے جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت نہ ملے، حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبعِ تابعین کے مبارک زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

والبدعة: أصلُها ما أُحدث على   بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو

غير مثال سابق، وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباري ۴:۲۱۹ كتاب صلوٰة التراويح)

بغیر کسی سابق مثال کے اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابل میں ہوتا ہے لہٰذا وہ مذموم ہی ہوگی۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

وأما البدع فهو جمع بدعة وهي كل شيئ ليس له مثال تقدّم فيشتمل لغة ما يحمد ويذم، ويختص في عرف أهل الشرع بما يذمّ، وإن وردتْ في المحمود فعلى معناه اللغوى. (فتح الباري ۱۳:۳۳۵ باب ما يكره من التعمق والتنازع في العلم والغلوّ في الدين والبدع)

بدعت ہر وہ چیز ہے کہ اس کے لئے سابق زمانہ میں کوئی مثال ونظیر نہ ہو، لغوی معنی کے اعتبار سے یہ لفظ قابلِ تعریف اور قابلِ مذمت دونوں چیزوں کو شامل ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں یہ لفظ خاص کر اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے جو چیز قابل مذمت ہو، اور اگر کسی جگہ قابلِ تعریف چیز پر بدعت کا لفظ بولا گیا ہو تو وہ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہوگا (شرعی اصطلاح کے اعتبار سے نہیں)

شامی میں ہے:

ما أحدث على خلاف الحق المُتَلَقّٰى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علمٍ أو عملٍ أوحالٍ بنوعِ شبهةٍ واستحسانٍ وجعل دينًا قويمًا وصراطا مستقيمًا (شامی ۱:۵۲۵ باب الإمامة)

بدعت وہ امر ہے جس کو ایک قسم کے شبہ اور استحسان کے ساتھ اس حق کے خلاف ایجاد کیا جاوے جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے خواہ وہ از قسم علم ہو یا عمل یا حال اور اس کو دین قویم اور صراطِ مستقیم قرار دے لیا جاوے۔

مفسرِ قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب وسنت اور قرون مشہود لھا بالخیر میں نہ ہواور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاوے‘‘ (تفسیر فوائدِ عثمانی پ ۲۷رکوع ۲۰سورۂ حدید ورھبانیۃ ابتدعوھا)

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں: جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔(تعلیم الاسلام ۴:۲۲ حصہ چہارم بدعت کا بیان)

علم الفقہ میں ہے: اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امورِ دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو، نہ کتاب اللہ سے، نہ احادیث سے، اور نہ اجماعِ محدثین سے، نہ قیاس شرعی سے۔(علم الفقہ ۳:۲۳۱ ایصالِ ثواب کا بیان، مصنفہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

عمدۃ الفقہ میں ہے: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبعِ تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف کی چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجماع امت (صحابہ وتابعین وتبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو(عمدۃ الفقہ ۱:۶۷، مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوّار حسین رحمہ اللہ)

عقائدِ اسلام میں ہے: شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذنِ شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحۃً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جاوے کذا فی الطریقۃ المحمدیۃ۔اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ

جو چیز نبی ﷺ کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت ﷺ نے اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپ ﷺ کے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو، سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اور جو چیز کہ آپ ﷺ کے عہد میں نہیں، وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہو، اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ صحابہ کے عہد میں یا تابعین کے یا تبع تابعین کے یا بعد اس کے: پس اگر صحابۂ کرام کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہؓ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا، چنانچہ مروان نے پڑھا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے منع کیا (تو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بدعت ہوگا) روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے، اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پا کر اس کو منع نہ کیا ہو (اگر منع کیا تو وہ بدعت ہوگی) اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: **خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم الحدیث، رواہ الشیخان** یعنی سب سے اچھا میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے یعنی تبعِ تابعین، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دیتے پھرا کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے۔ الحدیث۔ پس بموجب بشارتِ آنحضرت ﷺ کے ان تینوں زمانے کا اعتبار ہے اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے۔ اور اگر ان تینوں زمانوں کے بعد پیدا ہوئی ہیں تو اس کو ادلۂ شرعیہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاسِ مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا، پس اگر اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جاوے گی اور وہ کسی ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہوگی تو بدعت نہ ہوگی۔ اور اگر اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں نہ پائی گئی یا وہ کسی ادلۂ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے گو اس کا موجد کوئی کیوں نہ ہو۔ مولوی، درویش، مکی، مدنی، شیخ، سید (عقائد

اسلام ص:۱۳۳،۱۳۴، مصنفہ علامہ ابو محمد عبد الحق صاحب مفسر قرآن)

بدعت بہت سخت گناہ ہے از روئے حدیث بدعت مردود ہے، گمراہی ہے، شر الامور ہے۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت کا سبب ہے، بدعتی کی تعظیم کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے، بدعتی کا روزہ مقبول نہیں، نماز مقبول نہیں، حج مقبول نہیں، عمرہ مقبول نہیں، صدقہ مقبول نہیں، جہاد مقبول نہیں، بدعتوں سے باز نہ آوے تو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت اس قدر سخت گناہ ہے کہ اس کی نحوست سے سنت نیست و نابود ہوجاتی ہے اور وہ قوم سنت کے نور سے محروم ہوجاتی ہے۔ حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث قوم بدعة إلا رُفع مثلها من السنة فتمسكٌ بسنة خير من إحداث بدعة (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص:۳۱ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو اس کی وجہ سے اس جیسی سنت اس قوم سے اٹھالی جاتی ہے، لہٰذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے: ثم لايعيدها إليهم إلى يوم القيامة۔ پھر وہ سنت جو اٹھالی جاتی ہے قیامت تک اس قوم کو نہیں دی جاتی (بالفاظ دیگر وہ قوم اس سنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

مطلب یہ ہے کہ بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہونچتا ہے، بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے اور بالآخر سنت نیست و نابود ہوجاتی ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے: گیہوں، چاول، باجرہ وغیرہ کے کھیت میں گھاس اُگ آتی ہے اور وہ جس قدر بڑھتی جاتی ہے فصل کو نقصان پہونچتا ہے، اس نقصان سے حفاظت کی خاطر کھیت کا مالک اُس گھاس کو جڑ سے نکلوادیتا ہے تو گیہوں وغیرہ کے پودے پھلتے پھولتے ہیں اور فصل عمدہ ہوتی ہے اگر وہ گھاس اُکھاڑی نہ جائے تو کھیتی کو سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہوتا

ہے، اسی طرح بدعت سنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی، اسے دبائے رکھتی ہے، اگر ابتداء ہی سے بدعت کو روکا نہ جائے تو بالآخر بدعت غالب آجاتی ہے اور سنت کی جگہ لے کر نیست ونابود کر دیتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

لایقبل الله لصاحب بدعة صومًا ولاصلوةً ولاصدقةً ولا حجًا ولا عمرةً ولاجهادًا ولا صرفًا ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين (ابن ماجہ ص:٦)

اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں نہ نماز نہ صدقہ، نہ حج نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت نہ نفلی عبادت، بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔

اسی بنا پر احادیث میں بدعت کی بہت ہی مذمت کی گئی ہے۔ مسلم شریف میں ہے:

عن جابر رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحمرّت عيناه وعلا صوته واشتد غضبه كأنه منذر جيش، يقول: صبحكم ومساكم ويقول: بعثت أنا والساعة كهاتين، ويقرن بين إصبعيه: السبابة والوسطىٰ ويقول: أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، وشر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز اونچی ہوجاتی، غصہ سخت ہوجاتا جیسے کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے فرمارہے ہوں کہ تم پر صبح یا شام کو ٹوٹ پڑنے والا ہے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے: میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں (جیسے یہ دونوں انگلیاں، یعنی بغیر فاصلہ کے) اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے: سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور

الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة (مشکوٰۃ ص:۲۷ باب الاعتصام)	سب سے عمدہ طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے اور سب سے بری چیز بدعتیں (نو ایجاد چیزیں) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے

اور دوسری حدیث میں ہے:

عن العرباض بن سارية رضی الله عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة زرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل: يارسول الله! كأن هذه موعظة مودّعٍ فأَوْصِنَا، فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبدًا حبشيًا، فإنه من يعش منكم بعدی فسيرى اختلافاً كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة (رواه احمد	حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر نہایت بلیغ اور مؤثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے جس کی وجہ سے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرز اٹھے، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو گویا رخصت کرنیوالے کی نصیحت ہے ہمیں اور بھی نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا: میں تم کو تقوی اختیار کرنے اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ (تمہارا) امیر حبشی غلام ہو، پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ تم اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو جو میرا طریقہ ہے اور میرے بعد ان خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو ہدایت یافتہ ہیں، تم اس کو مضبوطی سے سنبھال لو اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑ لو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں ان سے

وأبوداود والترمذی وابن ماجه (مشکوٰۃ شریف ص:۲۹،۳۰)

پوری طرح پرہیز کرو اس لئے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز حدیث میں ہے، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رَدٌّ (بخاری شریف ۱:۳۷۱، مسلم شریف ۱:۷۷)

جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے (مشکوٰۃ شریف ص:۲۷)

مسلم شریف میں ایک اور حدیث میں ہے:

من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رَدٌّ (مسلم شریف ۲:۷۷)

جو شخص ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد اور باطل ہے

ابوداؤد شریف میں ہے:

منَ صَنَعَ أمرًا عَلٰى غير أمرنا فهو رَدٌّ (ابوداؤد شریف ۲:۲۸۷)

جس نے ہمارے حکم کے خلاف کوئی کام کیا وہ مردود ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

من أحدث فيها حدثا أو آوىٰ محدِثًا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لايقبل منه صرفٌ ولا عَدْلٌ (مشکوۃ شریف ص: ۲۳۸ باب حرم المدینة حرسها الله تعالیٰ)

جس نے اس (مدینہ منورہ) میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی ایسے شخص پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہوتی ہے اور نہ نفلی عبادت۔

بدعتی کی تعظیم پر وعید

حدیث میں ہے: من وقر صاحب بدعةٍ فقد أعان على هدم الإسلام، یعنی جس نے بدعتی کی توقیر (تعظیم) کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی (مشکوٰۃ ص:۳۱)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

مامن نبیّ بعثه الله فی أمته قبلی إلا کان له فی أمته حواریون وأصحاب یأخذون بسنته ویقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعده خلوف یقولون مالایفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن ولیس وراء ذلك من الإیمان حبة خردل رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص:۲۹ باب الاعتصام)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جس نبی کو بھی ان کی امت کی طرف مبعوث فرمایا ان کی امت میں ایسے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے اور ان کے حکم کی اقتداء کرتے پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے لوگوں کو ایسی باتیں کہتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور جن باتوں کا انھیں حکم نہیں دیا گیا ان کو کرتے، پس جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے (یعنی ان باتوں کو برا سمجھے) وہ مؤمن ہے اور جو دل سے بھی ان چیزوں کو برا نہ سمجھے اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المحروم رضا مولاه من لم یعمل بما أُمِرَ، واشتغل بمالم یؤمر به، هذا هوالحرمان بعینه والموت بعینه والطرد بعینه

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے، یہی اصل محرومیت ہے، یہی اصل موت ہے، یہی اصل مردودیت ہے۔ (الفتح الربانی ص:۲۴۰، مجلس ۶۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

إنه سیخرج فی أمتی أقوام تتجاری بهم تلك الأهواء

ترجمہ: عنقریب میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں خواہشات

کما یتجاری الکلَب بصاحبه، لایبقی منه عرق ولا مفصل إلاّ دخله (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰ باب الاعتصام)

(بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کر جاتا ہے اور (بدن کے) رگ و ریشہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اور صحیح مسلم شریف میں حضور اقدس ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن أنس رضی الله عنه قال جاء ثلثة رهطٍ إلی أزواج النبی صلی الله علیه وسلم یسألون عن عبادة النبی صلی الله علیه وسلم فلمّا أُخبروا بها كأنهم تقالوهَا فقالوا: أین نحن من النبی صلی الله علیه وسلم وقد غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تأخر، فقال أحدهم: أما أنا فأُصلی اللیل أبداً وقال الآخر: أنا أصوم النهار أبدًا ولاَ أفطر وقال الآخر: أنا أَعتزل النساء فلا أتزوَّج أبدًا، فجاء النبی صلی الله علیه وسلم فقال: أنتم الذین قلتم كذا وكذا، أما والله إنی لأخشاكم لله وأتقاكم له، لكنّی أصوم وأفطر، وأصلّی وأرقُد، وأتزوّج النساء، فمن رغب عن سُنَّتی فلیس منی. متفق علیه (مشکوٰۃ شریف ص:۲۷ باب الاعتصام)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین صحابی آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواجِ مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کر کے کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ (ﷺ) آپ تو وہ ہیں کہ آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی گئیں، (لہٰذا آپ ﷺ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں) ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا کبھی ترک نہ کروں گا، تیسرے نے کہا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا (آزادرہ کر خوب عبادت

کروں گا) آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ: کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟ سن لو! خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں، اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں اور اس کے علاوہ نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) جس نے میرا طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں ہے۔

مذکورہ حدیث میں غور کیجئے! ایک صحابی نماز کے متعلق عہد کرتے ہیں کہ میں پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرے عہد کرتے ہیں کہ میں پوری عمر روزے رکھوں گا اور تیسرے صحابی اپنے اوپر یہ لازم کرتے ہیں کہ میں عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت میں مشغول رہوں گا۔ بتلایئے! ظاہراً ان چیزوں میں کیا کوئی خرابی اور قباحت ہے؟ مگر حضورِ اقدس ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ دراصل اس میں قباحت یہی تھی کہ یہ حضورِ اکرم ﷺ کے طریقہ اور منشا کے خلاف تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو تنبیہ فرمائی۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إنّ إبليس قال: أَهْلَكْتُهُمْ بالذنوب فأهلكوني بالاستغفار، فلمّا رأيت ذلك أَهْلكتهم بالأهواء فهم يحسبون أنهم مهتدون فلا يستغفرون

(الترغیب والترہیب ۱:۶۵)

ترجمہ: ابلیس کا مقولہ ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا (جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ہو گئے) تو لوگوں نے مجھے توبہ واستغفار سے ہلاک کر دیا (اس طرح انھوں نے میری محنت رائیگاں کر دی) جب میں نے یہ حالت

دیکھی تو میں نے خواہشاتِ نفسانی میں ان کو مبتلا کر کے ہلاک و برباد کردیا (یعنی سنت کے خلاف ایسے امور ایجاد کئے جوان کی خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں پس توبہ واستغفار بھی نہیں کرتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روی عن سفيان الثوری أنه كان يقول: البدعة أحبُّ إلى إبليس من كل المعاصی، لأن المعاصِی يتاب عنها، والبدعة لايتاب عنها، وسبب ذلك أن صاحب المعاصی يعلم بكونه مرتكب المعاصی، فيُرجی له التوبة والاستغفار، وأما صاحب البدعة: فيعتقد أنه فی طاعة وعبادة، ولايتوب ولايستغفر، وهذا ما حُكِی عن إبليس أنه قال: قصمتُ ظهور بنی آدم بالمعاصی والأوزار، وقصموا ظهری بالتوبة والاستغفار، فأحدثت لهم ذنوبا لايستغفرون منها ولايتوبون عنها، وهی البدع فی صورة العبادة

(مجالس الابرار ص: ۱۳۰، مجلس ۱۸)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہوسکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہ گار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت وعبادت کررہا ہوں تو وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار، یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہے: اس نے کہا: میں نے بنو آدم کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی تو انہوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑی تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ۔ اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں۔

بدعتی اور اس سے محبت کرنے والا نورِ ایمان سے محروم رہتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عن فضيل بن عياض يقول: من أحب صاحب بدعة أحبط الله عمله وأخرج نور الإسلام من قلبهٖ

جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔

فائدہ: اس مقام سے خیال کرو کہ خود بدعتی کا کیا حال ہوگا (تلبیسِ ابلیس ص:۱۵)

بدعتی قیامت کے دن آبِ کوثر سے محروم رہے گا

حدیث شریف میں ہے:

عن سهل بن سعد رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنى فَرَطُكم على الحوض، من مَرَّ علىَّ شرب، ومن شرب لم يَظْمَأ أبدًا، ليردَنَّ علىَّ أقوامٌ أعْرِفُهُمْ ويعرفوننى، ثم يحال بينى وبينهم، فأقول: إنّهم منّى فيقال: إنك لا تَدْرِى مَا أحْدَثُوْا بعدَك فأقول: سُحْقًا سُحْقًا لمن غَيَّرَ بعدى، متفق عليه(مشکوۃ شریف ص: ۴۸۷، ۴۸۸، باب الحوض والشفاعة)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہ ہوگی کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی، میں کہوں گا: یہ تو میرے آدمی ہیں، جواب ملے گا: آپ نہیں جانتے انہوں آپ کے بعد کیا کیا ایجاد کیا، یہ (سن کر) میں کہوں گا سُحقًا سُحقًا، پھٹکار پھٹکار ان لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سنتوں کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ

کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے، اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے؟ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص:۱۰۰، ۱۰۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے جو عمل جس طرح ثابت ہوا اسی طرح عمل کرنا یہی اصل اتباع ہے۔ اس کے خلاف طریقہ اختیار کرنا بظاہر وہ بڑا عمدہ ہی دکھائی دیتا ہو مگر وہ شریعت میں مذموم ہی ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک دعا سکھلائی جس میں **آمَنْتُ بِكتابك الّذی أنزلتَ ونبيّك الذی أرسلت** کے الفاظ ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ازروئے تعظیم نبی کی بجائے رسول کا لفظ کہا، یعنی ''**نبيّك الَّذِیْ أَرْسَلْتَ**'' کے بجائے **رَسُوْلِكَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ** پڑھا، تو آپ نے فوراً ٹوکا، ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ کہو **نَبِيّك الَّذِیْ أَرْسَلْتَ** یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔ **قال البراء: فقلت: وبرسولك الذی أرسلت، قال فطعن بيده فی صدری ثم قال ونبيك الذی أرسلت** (ترمذی شریف ۲: ۱۷۵)

حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے: **لايؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به**۔ یعنی تم میں سے کسی کا بھی ایمان قابل ذکر نہیں جب تک کہ یہ صورت نہ ہو کہ اس کی چاہ (اس کا جذبہ اور رجحان خاطر) اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جس کو لے کر میں آیا ہوں (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰ باب الاعتصام)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ارشاد الطالبین میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں: **إن القول لايقبل مالم يُعمل به، وكلاهما لايقبل بدون النيّة، والقول والعمل والنية لاتقبل مالم توافق السنة** سخن مقبول نیست بدون عمل کردن، وہر دو مقبول نیستند بدون نیت، وہر سہ مقبول نیستند کہ موافق سنت نباشند یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا، اور یہ دونوں (قول وعمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہیں ہوتے، اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو (ارشاد الطالبین ص:۲۸)

حضور اکرم ﷺ کی طرح حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بدعت سب سے مبغوض چیز تھی

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور جن کو اس ''دین کامل'' کا محافظ اور مبلغ بنایا جو قیامت تک رہنے والا ہے وہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اس قدر دلدادہ اور عاشق تھے کہ امت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتا اور خلافِ سنت افعال اور بدعات سے ایسے بیزار تھے کہ اس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی، جماعت صحابہ کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ صحابہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

لم أرأحدًا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أبغضَ إليه الحدثُ في الإسلام يعني منه (ترمذی شریف ۱:۳۳)

یعنی: میں نے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ بدعت سے زیادہ اور کسی چیز سے بغض رکھتا ہو۔

مندرجہ ذیل واقعات وامثلہ میں آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دِقّتِ نظر کا جائزہ لیجئے، جو باتیں ہمیں بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں، صحابہ کرام کی نظر میں کتنی بڑی اور سخت تھیں اور برملا اس پر نکیر فرماتے تھے اور بڑے سے بڑے صاحبِ شوکت و حشمت کا دبدبہ اور رعب ان کے لئے مانع نہیں بنتا تھا۔

(۱) عن ابن عبد الله بن مغفل قال سمعني أبي وأنا في الصلوة أقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي: أي بُنَيَّ مُحْدَثٌ أياك والحدث وقال: وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر وعمر ومع عثمان فلم أسمع أحدًا (ترمذی شریف ۱:۳۳ باب ماجاء في ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند نے نماز میں سورۂ فاتحہ

شروع کرتے ہوئے جہراً بسم اللہ پڑھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فوراً تنبیہ فرمائی، بیٹا! یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو اور فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے میں نے جہراً بسم اللہ کسی سے نہیں سنی۔

غور کیجئے! بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے بجائے زور سے پڑھنے کو صحابی ناپسند کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور دلیل یہ پیش فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) عن أبی مالك الأشجعی رحمه الله قال قلت لأبی یا أَبَتِ إنك قد صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وأبی بكر وعمر وعثمان وعلی بن أبی طالب ههنا بالكوفة نحوًا من خمس سنین أكانوا یقنتون قال: أی بُنَیَّ مُحْدَثٌ (ترمذی شریف ۱:۵۳ باب فی ترك القنوت، نسائی شریف ۱:۱۳۲)

حضرت ابو مالک الاشجعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں (ہمیشہ) قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے۔

ملاحظہ کیجئے! فجر کی نماز میں ہمیشہ دعائے قنوت آنحضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات سے ثابت نہیں ہے اس بنا پر حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے واضح الفاظ میں اس کے متعلق بدعت ہونے کا حکم لگایا۔

(۳) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے (مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا) اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اور مظاہرہ کر کے پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال دخلت أنا وعروة بن الزبير المسجد فإذا عبد الله بن عمرجالس إلى حجرة عائشة وإذا أناس يصلون في المسجد صلوة الضحىٰ قال فسئالناه عن صلوتهم فقال بدعة(بخاری شریف۱:۲۳۸)

نووی شرح مسلم میں ہے:وأما ماصح عن ابن عمر رضى الله عنه أنه قال فى الضحى هى بدعة فمحمول على أن صلوتها فى المسجد والتظاهر بها كما كانوا يفعلونه بدعة(نووی شرح مسلم۱:۲۴۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا:إن كان ولابدّ ففى بيوتكم،اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔(فتح الباری۳:۴۳)

غور کیجئے!چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن اہتمام کر کے مسجد میں جمع ہو کر علانیہ پڑھنے کا التزام حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں،اس وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اسے پسند نہیں فرمایا اور جمع ہو کر علانیہ پڑھنے کو بدعت قرار دیا اور ہدایت فرمائی کہ گھروں میں پڑھو۔

(۴) صبح کی نماز میں لوگ جمع ہو کر خاص طریقہ سے سو مرتبہ الله أكبر،سو مرتبہ لااله إلا الله،سو مرتبہ سبحان الله پڑھتے تھے،حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی،تو ابن مسعودؓ وہاں تشریف لے گئے،اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟انہوں نے جواب دیا:اے ابوعبدالرحمٰن!ہم ان سنگریزوں سے تکبیر اور تہلیل اور تسبیح شمار کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا:بجائے اس کے تم اپنے اپنے گناہ شمار کرو۔پھر فرمایا:

ويحكم يا أمة محمد صلى الله عليه وسلم ما أسرع هلكتكم هؤلاء صحابة نبيكم صلى الله عليه وسلم متوافرون وهذا ثيابه لم تبل وآنيته لم

تكسر والذى نفسى بيده إنكم لعلىٰ ملة هى أهدىٰ من ملة محمد صلى الله عليه وسلم أو مفتتح باب ضلالة.

ترجمہ: اے امت محمد! تم پر افسوس تمہاری ہلاکت کس قدر جلد آ گئی ابھی یہ اصحاب نبی ﷺ تمہارے درمیان بکثرت موجود ہیں اور تمہارے نبی ﷺ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن نہیں ٹوٹے (اور تم ابھی سے بدعتوں میں مشغول ہو گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے دین پر ہو جو حضرت محمد ﷺ کے دین سے (نعوذ باللہ) زیادہ راست اور صحیح ہے یا تم گمراہی کے دروازے پر پہنچ گئے جو عنقریب کھلنے والا ہے۔

ان لوگوں نے جواب دیا:

والله يا أبا عبد الرحمن ما أردنا إلا الخير.	اے ابوعبدالرحمٰن! قسم خدا کی ہم اس عمل سے نیکی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وكم من مريد للخير لن يصيبه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثنا أنّ قومًا يقرءون القرآن لايجاوز تراقيهم وأَيْمُ اللّٰه! ما أَدْرِىْ لَعَلّ أكثرهم منكم ثم تولّٰى عنهم.

بہت سے نیکی کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں کہ انھیں نیکی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے تجاوز نہ کرے گا، قسم اللہ کی مجھے کچھ معلوم نہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کے اکثر لوگ تم ہی میں سے ہوں۔ یہ کہہ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں (اس بدعت کے ایجاد کرنے کا نتیجہ) ہم نے یہ دیکھا کہ جنگ نہروان میں خارجیوں کے ساتھ مل کر یہ لوگ ہم پر برچھے مارتے تھے (ازالۃ الخفاء ۱: ۲۷۹، ۲۸۰ مقصدِ اول، فصل پنجم، ملخصاً)

(۵) مجالس الابرار میں ہے: ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھا کرتی تھی اوران میں ایک شخص کہتا کہ اتنی بار اللہ اکبر کہو، اوراتنی بار سبحان اللہ کہو، اوراتنی بار الحمدللہ پڑھو اورلوگ اس کے موافق پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کواس کی خبر ہوئی تو آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اوروہ جس انداز سے پڑھتے تھے، آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

أنا عبد الله بن مسعود فو اللّٰه الذی لا إلٰه غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء أو لقد فُقْتُمْ علٰی أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم عِلمًا یعنی أنّ ما جئتم به إما أن یکون بدعة ظلماء أو أنکم تدارکتم علی الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له أو لتکاسلهم عنه فغلبتموهم من حیث العلم بطریق العبادة والثانی منتف فتعین الأول وهو کونه بدعة ظلماء (مجالس الابرار ص:۱۲۵، مجلس:۱۸ **فی أحکام البدعة**)

میں عبداللہ بن مسعود ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بیشک یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے یا حضرت محمد ﷺ کے اصحاب سے بھی علم میں بڑھ گئے، یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے یا تم نے وہ بات پائی ہے جو صحابہ کے بھی ہاتھ نہ آئی تھی خواہ بے خبری سے یا سستی سے، پس تم طریق عبادت کے علم میں ان سے غالب ہو نکلے، دوسری صورت ناممکن ہے پس پہلی صورت یعنی اس کام کا بدعت سیئہ ہونا ہی متعین ہے (مجالس الابرار مترجم)

غور کیجئے! تسبیحات پڑھنے میں کس کو اعتراض ہوسکتا ہے مگر چونکہ پڑھنے کا طریقہ اوراس کا التزام موافقِ سنت نہیں تھا اس وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے بدعت ہونے کا فتوی دیا۔

(۶) مجالس الابرار میں ہے:

وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه: أن رجلا یوم العید فی

الجبانة أراد أن يصلى قبل صلوة العيد فنهاه عليٌّ فقال الرجل يا أمير المؤمنين إنى أعلم أن الله لايعذب على الصلٰوة فقال عليّ وإنى أعلم أن الله تعالىٰ لايثيب على فعل حتى يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يحثّ عليه فيكون صلوتك عبثًا والعبث حرامٌ فلعله تعالى يعذبك بمخالفتك لنبيه صلى الله عليه وسلم (مجالس الابرار ص:۱۲۹، مجلس:۱۸)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عید کے دن عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں ایک شخص کو نماز پڑھنے سے روک دیا اس نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دیتا اور جس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہ دے تو وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بیکار و بے فائدہ ہے، پس ڈر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔

(۷) ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھتا تھا، اس کو نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے دریافت کیا: يا أبا محمد! أيعذبنى الله على الصَّلٰوة؟ اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر مجھے سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: لكن يعذبك لخلاف السنة (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے (مسند دارمی)

سوچئے! نماز افضل ترین عبادت ہے حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا چونکہ خلافِ سنت ہے اس لئے موجبِ عقاب ہے۔

(۸) مکہ معظّمہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مؤذن نے اذان کے بعد نماز کی تیاری کی اطلاع دی تو آپ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا: أليس فى أذانك ما

یکفینا کیا تمہاری اذان میں جو چیز ہے(حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ)وہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے؟ کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:**لما روی أن عمر رضی الله عنه أتاه مؤذنُ مكة يؤذنه بالصلوة فانتهره وقال أليس فی أذانك ما يكفينا؟**(کفایہ ا:۲۱۵،**مع فتح القدير وعناية، عند قوله والتثويب فی الفجر، باب الأذان**)

(۹) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مؤذن کو عشاء کی اذان کے بعد تثویب کرتا ہوا دیکھا تو خفا ہو کر فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

أن عليًا رضی الله عنه رأى مؤذنًا يثوب للعشاء فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد (إقامة الحجة ص:۷)(البحر الرائق ا:۲۶۱)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذانِ ظہر کے بعد مؤذن کو تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو بے حد غضبناک ہوئے اور اپنے شاگرد حضرت مجاہد سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس سے ہمیں لے چلو(اس لئے کہ آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔اور آپ مسجد چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔

روى عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر رضی الله عنهما مسجدًا وقد أذن فيه، ونحن نريد أن نصلی فيه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر، وقال: أخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه(ترمذی شریف ا:۲۸، ابوداؤد شریف ا:۸۶،الاعتصام ۲:۲۴۴) **واللفظ للترمذی.**

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا اور بطورِ دلیل یہ فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقع کے) سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

عن ابن عمر رضی الله عنه أنه يقول: إن رفعكم أيديكم بدعة مازاد رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذا يعنی إلى الصدر، رواه أحمد

(مشکوٰۃ شریف ص:۱۹۶)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے دعاء میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیتے دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔(اعلاء السنن ۳:۲۰۲)

(۱۳) امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی، اس نے کہا: **الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ** یہ زائد کلمہ **والسلام علی رسول اللہ** اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے مگر اس موقع پر چونکہ حضور ﷺ نے یہ پڑھنے کی تعلیم نہیں دی اس لئے اس اضافہ کو ناپسند کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح تعلیم نہیں فرمائی، اس موقع پر آپ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کہیں: **الحمد للّٰہ علی کل حال۔**

عن نافع أن رجلاً عطس إلى جنب ابن عمر رضى الله عنه فقال: الحمد للّٰه والسلام علىٰ رسول اللّٰه. قال ابن عمر : وأنا أقول: الحمد للّٰه والسلام على رسول اللّٰه، وليس هكذا عَلَّمَنَا رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم، عَلَّمَنَا أن نقول الحمدُ للّٰه علىٰ كل حال. رواه الترمذى(مشکوٰۃ شریف ص:۴۰۶ **باب العطاس والتثاؤب**)

(۱۴) حضرت سعد بن مالک نے ایک حاجی کو تلبیہ میں **لبيك ذاالمعارج** کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ لفظ نہیں کہتے تھے

أن سعد بن مالك سمع رجلاً يقول لبيك ذا المعارج فقال ما كنا نقول على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم (تلبیس ابلیس ص:۱۷)

(۱۵) حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

قَبَّحَ اللّٰهُ هاتين الْيُدَيَّتَيْنِ الْقُصَيِّرتَيْنِ! لَقَدْ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد على هذا وأشار هشيم بالسبابة.(ترمذی ۱:۶۸ باب ما جاء في كراهية رفع الايدى على المنبر)

یعنی اللہ ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب (برباد) کر دے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا

ملاحظہ کیجئے! دعا میں اٹھانا، آداب دعا میں سے ہے مگر چونکہ خطبہ میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں اس لئے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت نکیر فرمائی۔

(۱۶) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ام حکم کو خلافِ سنت بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا: دیکھو! یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔

عن أبي عبيدة عن كعب بن عجرة قال دخل المسجد وعبد الرحمن بن أم حكم يخطب قاعدًا فقال أنظروا إلى هذا الخبيث يخطب قاعدًا(مسلم شریف ۱:۲۸۴)

غور کیجئے! بیٹھ کر خطبہ دینا خلافِ سنت تھا، صحابہؓ سنت کے اتنے دلدادہ تھے کہ اگر خلافِ سنت کوئی کام دیکھتے تو فوراً اس پر نکیر فرماتے، حالانکہ یہاں امکان تھا کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دے رہے ہوں۔

(۱۷) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی، آپ نے قبول نہیں فرمائی اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کے موقع پر نہیں جاتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی (مسند امام احمد ۴:۲۱۷)

(۱۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خانۂ کعبہ کے تمام کونوں کو ہاتھ لگایا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ان دونوں کونوں یعنی رکن

یمانی اور حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور گوشہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس کو چھوڑ دیا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد کان لکم فی رسُول الله أسوة حسنة.	تمہارے لئے رسول مقبول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی اگرچہ خانہ کعبہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے (مسند امام احمد ج:۱ص:۲۷۲)

ملاحظہ کیجئے! بیت اللہ کا ہر ذرہ یقیناً متبرک ہے مگر چونکہ تمام کونوں کو ہاتھ لگانا حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے گوارا نہیں کیا اور فوراً اس پر تنبیہ فرمائی۔

(۱۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مروان بن حکم کو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے (اقامۃ الحجۃ ص:۵)

سلفِ صالحین کو بھی بدعت سے سخت نفرت تھی

حکی ابن وضاح قال ثَوَّبَ المؤذن بالمدینة فی زمان مالك فقال: ماهذا الفعل الذی تفعل؟ فقال أردت أن یعرف الناس طلوع الفجر فیقوموا فقال له مالك: لَاتَفْعَلْ، لاتحدث فی بلدنا شیئا لم یکن فیه، قد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذا البلد عشر سنین وأبوبکر وعمر وعثمان رضی الله عنهم فلم یفعلوا هذا، فلا تحدث فی بلدنا مالم یکن فیه، فکفّ المؤذن عن ذلك وأقام زمانًا، ثم إنه تَنَحْنَحَ فی المنارة عند طلوع الفجر، فقال له: ألم أنهك أن لا تحدث عندنا مالم یکن، فقال إنما نهیتنی عنِ التثویب فقال له: لاتفعل، فکفّ زمانًا ثم جَعَلَ یضرب الأبواب، فأرسل إلیه مالك فقال:

ما هذا الذی تفعل؟ فقال أردتُ أن یعرف الناس طلوع الفجر فقال له مالك: لاتفعل لاتحدث فی بلدنا مالم یکن فیه (الاعتصام از امام شاطبی۲:۲۲۲،۲۲۳)

ترجمہ: حضرت ابن وضاح رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کا مؤذن امام مالک رحمہ اللہ کے زمانہ میں صبح صادق کے وقت لوگوں کو آواز دیتا، امام مالک نے اس کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تو یہ کیا حرکات کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا، لوگوں کو صبح صادق کی خبر کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہوں تاکہ لوگ اٹھ جائیں، امام مالکؒ نے فرمایا: تو ایسا نہ کر ہمارے اس شہر میں ایسی بات ایجاد نہ کر جو اس میں نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے اس مبارک شہر میں دس سال قیام فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی (یہاں قیام فرمایا ہے) انھوں نے یہ کام نہیں کیا اس لئے تو بھی ایسی چیز ایجاد نہ کر جو آج تک یہاں نہ کی گئی، تو مؤذن رک گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد صبح صادق کے وقت منارے پر کھنکھارنا شروع کیا، امام مالکؒ نے فرمایا کیا تم کو نئی چیز ایجاد کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (پھر یہ نئی حرکت کیوں شروع کردی؟) اس نے جواب دیا آپ نے تثویب (یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے پکارنا) سے منع فرمایا تھا، امام مالکؒ نے فرمایا: نہیں یہ کام بھی مت کرو، پھر کچھ مدت اس سے رکا رہا، اس کے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کیا، امام مالکؒ نے اس کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور دریافت کیا کہ پھر یہ کیا کرنا شروع کردیا؟ تو اس نے کہا (میں نہ تثویب کرتا ہوں نہ کھنکھارتا ہوں اور آپ نے مجھے اس سے منع فرمایا تھا، اب تو میں) لوگوں کو صبح صادق کی اطلاع دینے کے لئے دروازے کھٹکھٹاتا ہوں، آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز اس شہر میں نہیں ہوئی تو اسے یہاں جاری مت کر۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے:

عن عکرمة عن ابن عباس قال: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت

لایاتی علی الناس زمان إلا أماتوا فیه سنةً وأحیوا بدعةً(غنیة الطالبین ص:۵۸، الفصل الثانی فی بیان الفرق الضالة)

ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ سنت مٹائیں گے اور بدعت زندہ کریں گے۔

یہ وہی زمانہ ہے کہ طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرلی گئیں ہیں مثلاً قبروں کا طواف، قبروں پر سجدے، بزرگوں کے مزارات پر صندل، عرس، قوالی، پھولوں کی چادریں، ناریل کے چڑھاوے ان کے نام کی نذرونیاز، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ جانا، ان کے نام کی منتیں ماننا، مزارات پر ڈھول تاشہ بجانا وغیرہ وغیرہ، شادی وغمی کی سینکڑوں بدعات، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کوان بدعات سے بچنے کی توفیق عطافرمائے آمین۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم یعنی تم ہمارے نقش قدم پر چلواور بدعات ایجاد نہ کرو تمہارے لئے ہماری اتباع ہی کافی ہے(کتاب الاعتصام۱:۵۴)

مشہور ومعروف صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کل عبادة لم یتعبّدها أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا تعبدوها.

ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے نہیں کی وہ تم بھی نہ کرو (کتاب الاعتصام۲:۳۱۰)

اسی بناء پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وأما أهل السنة والجماعة فیقولون: کل فعلٍ وقولٍ لم یَثْبُتْ عن الصحابة فهو بدعة، لأنه لو کان خیرًا لسبقونا إلیه، لأنهم لم یترکوا خصلة من خصال الخیر إلا وقد بادروا إلیها (بحوالہ المنهاج الواضح ص:٦٦)

یعنی: اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جوقول اورفعل رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، کیونکہ اگر اس کام میں خیر ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم اس کارِ خیر کو ہم سے پہلے ضرور کرتے، اس لئے کہ انھوں نے کسی عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت ابوالعالیہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عليكم بالأمر الأول الذى كانوا عليه قبل أن يفترقوا، قال عاصم: فحدثتُ به الحسن فقال: قد نصحك والله وصدقك(تلبیس ابلیس ص:۸)

تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے، عاصم نے کہا کہ میں نے ابوالعالیہ کا یہ قول حسن بصری سے بیان کیا تو کہا واللہ ابوالعالیہ نے سچ کہا اور تم کو خیر خواہی کی نصیحت فرمائی۔

حضرت علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **نحن متبعون لامبتدعون فحيث وقف سَلَفُنَاوقفنا** ہم اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ) کی اتباع کرنے والے ہیں مبتدع نہیں ہیں جہاں وہ حضرات ٹھیر گئے ہم بھی وہیں ٹھیر جائیں گے (اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کریں گے) (بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۳۵۴)

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِصْبِرْ نفسك على السنةِ، وقِفْ حيث وقف القوم، وقل بما قالوا، وكفِّ عما كفوا عنه، واسلُكْ سبيل سَلَفِكَ الصالحين فإنه يسعك ما وسعهم(تلبیس ابلیس ص:۹)

یعنی: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو جہاں قوم (جماعتِ صحابہؓ) ٹھیر گئی تم بھی ٹھیر جاؤ، جو ان بزرگوں نے کہا وہی تم بھی کہو جس کے بیان سے وہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (اپنی عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلفِ صالحین کے طریقہ پر چلو۔

امام غزالی رحمہ اللہ اپنے ایک خصوصی شاگرد کو لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ طاعت وعبادت کیا چیز ہے؟ سنو! جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے قولاً وعملاً، اوامر میں بھی

نواہی میں بھی، اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرو، اگرچہ وہ بشکل عبادت ہی ہو، تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔ دیکھو! نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ مگر اوقاتِ مکروہ میں یا غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اسی طرح روزہ فی نفسہٖ عمدہ عبادت ہے مگر ایامِ عید وتشریق میں روزہ رکھنا گناہ ہے اس لئے کہ حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے اور لہو ولعب اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ لہو ولعب باعثِ اجر ہے۔ کیونکہ بحکمِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ عبادت کی حقیقت فرمانبرداری ہے نہ محض نماز روزہ، کیونکہ نماز روزہ کا بھی اسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، جب کہ وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ہو، تو بیٹا تمہارے احوال واقوال کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے اس لئے کہ کوئی علم وعمل بدون اجازت شارع علیہ السلام کے سراسر گمراہی اور خداوند سے بعد کا سبب ہے'' (خط امام غزالی بنام شاگردِ خود ص: ۷، ۸، مترجم)

خواجہ معصوم سرہندی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''سعادت دارین سرور کونین ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے۔ جہنم سے نجات اور دخولِ جنت سید الابرار قدوۃ الانبیاء ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے۔ اسی طرح خدا کی رضامندی، رسولِ مختار ﷺ کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ، زہد، تقویٰ، توکل وتبتُّل آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر مقبول نہیں، اور ذکر وفکر ذوق وشوق آنحضرت ﷺ سے تعلق کے بغیر ناقابلِ اعتبار ہے۔ صلوات اللہ علیہ وسلامہ (مکتوب نمبر ۱۰ بنام خواجہ دینارؒ)

دیگر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراطِ مستقیم دشوار ہے، اور راہِ نبوت اختیار کئے بغیر حصولِ نجات محض خیال ہے (مکتوب نمبر ۲۲ بنام محمد حنیف)

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اسی مضمون کو اشعار میں بیان فرمایا ہے:

بہ زہد و ورع کوش وصدق وصفا ❁ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

پرہیز گاری و پارسائی وسچائی اورصفائی میں کوشش کر،لیکن آنحضرت ﷺ سے آگے نہ بڑھ۔یعنی حضور ﷺ نے جیسا اور جتنا کیا ہے اسی طرح تم کرو،اپنی طرف سے سرِ موزیادتی مت کرو۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ❁ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جوشخص پیغمبر ﷺ کے خلاف راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزلِ مقصود پر نہ پہونچ سکے گا۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا ❁ تواں یافت جز برپئے مصطفیٰ

سعدی! ایسا گمان ہرگز نہ کر کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کے نقشِ قدم پر چلے بغیر صراطِ مستقیم اورسیدھاراستہ پاسکوگے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ❁ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہونچ سکے گا اس لئے کہ تو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ترکستان کا ہے۔

عمل مقبول ہونے کی دوشرطیں:

عنداللہ کسی بھی عمل کے مقبول ہونے کی دوشرطیں ہیں: ایک یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہواور دوسرا یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو،ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں ہوسکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں: ایک ﴿أَسْلَمَ وَجْهَهُ﴾ اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کردے، ریاکاری، دنیا سازی شہرت اور ناموری کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے، دوسرے ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے، امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کا خودساختہ طرز نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ

کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو۔ (بحوالہ معارف القرآن ۲:۵۵۵، سورۂ نساء، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

امام رازی رحمہ اللہ آیتِ کریمہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذكروا فى تفسير أحسن عملاً وجوهًا(أحدها) أن يكون أخلص الاعمال وأصوبها لأن العمل إذا كان خالصًا غير صواب لم يقبل، وكذلك إذا كان صوابًا غير خالص، فالخالص أن يكون لوجه الله، والصواب أن يكون على السنة (تفسیر کبیر ۸:۲۴۳ سورۂ ملک، رسالہ العبودیہ ص:۲۰،۲۱)

یعنی: أَحْسَنُ عَمَلاً سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو اور صواب ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں تو وہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح صواب ہے مگر خالص نہیں تو وہ عمل بھی مقبول نہیں، عمل خالص وہ جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لايستقيم قولٌ وعملٌ ونيةٌ إلّا بموافقة السنة. (تلبیس ابلیس ص:۹)

یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لايقبل قول بلاعمل ولا عمل بلا إخلاصٍ وإصابة السنة. (الفتح الربانی ۱:۱۴۰، مجلس:۲)

یعنی کوئی قول عمل کے بغیر قابلِ قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور سنت کے مطابق نہ ہو۔

حضرت احمد ابن ابی الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من عمل بلا اتباع سنةٍ فباطلٌ یعنی جو عمل بھی اتباعِ سنت کے بغیر کیا

عَمَلُهُ (کتاب الاعتصام ۱:۱۱۴) جائے وہ باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (سورۂ آل عمران پارہ:۳، رکوع:۱۱)

آپ فرمادیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت اور آپ کے مبارک طریقہ پر چلنے سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ اس کے گناہ معاف کردیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی؟ اس لئے یہی سعادت مندی ہے کہ انسان بدعات سے بالکلیہ اجتناب اور سنت کی اتباع کرے۔

اتباع سنت وشریعت کے متعلق حضرت پیرانِ پیر کے ارشادات:

(۱) أساس الخير متابعة النبی صلی الله عليه وسلم فی قوله وفعله (الفتح الربانی ص:۴۳۸، مجلس:۵۹)

یعنی: ساری خوبیوں کی جڑ جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے آپ کے قول میں بھی اور آپ کے فعل میں بھی۔

(۲) اتّبعوا ولا تبتدعوا (فتوح الغیب ص:۱۰، مقالہ:۲)

(رسول برحق کی) پیروی کرو اور (احکام دین میں) بدعتیں پیدا نہ کرو۔

(۳) لاتصح متابعتك للرسول صلی الله عليه وسلم حتی تعمل بما قال. (الفتح الربانی ص:۲۲، مجلس ۳)

تیری متابعت جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے صحیح نہیں جب تک کہ تو اس شریعت پر عمل نہ کرے جس کا آپ ﷺ نے تجھے حکم دیا ہے۔

(۴)علیکم بالاتباع من غیر ابتداع، علیکم بمذهب السلف الصالح، امشوا فی الجادة المستقیمة، لاتشبیه ولا تعطیل، بل اتباع لسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم، من غیر تکلف ولاتطبع ولا تشدد ولا تمشدق ولا تمعقل.

اپنے اوپر لازم سمجھو اتباع کو بدعت ایجاد کئے بغیر، لازم پکڑو سلف صالحین کے مذہب کو، چلو راہ مستقیم پر جس میں نہ تشبیہ ہو نہ تعطیل بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع ہو بلا تکلف بلا تصنع بلا تشدد اور انسانی عقل کے تکے چلائے بغیر (الفتح الربانی ص:۶۰، مجلس:۱۰)

(۵) مالنا حاجة خارجة عن دائرة الشرع (الفتح الربانی ص:۷، مجلس:۱۱) جو چیز شریعت کے دائرے سے خارج (باہر) ہے اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں

(۶) تأمرهم بطاعته، وتنهاهم عن معصیته، وتنهاهم عن الضلال والابتداع وإتباع الهوی وموافقة النفس وتأمرهم باتباع کتاب الله عزوجل وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم. (الفتح الربانی ص:۱۷، مجلس:۱۱)

یعنی: اِن کو (لوگوں کو) حکم کر اللہ کی اطاعت کا اور منع کر اس کی معصیت سے ان کو روک گمراہی اور بدعتوں کے ارتکاب اور خواہش نفس کی اتباع اور نفس کی موافقت سے اور ان کو حکم کر کتاب اللہ عزوجل اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا۔

(۷) تأدّبوا بین یدی الحق عزّوجل کما کان یتأدّب من سبقکم، أنتم مخانیث ونساء بالإضافة إلیهم، شجاعتکم عند ما تأمرکم به نفوسکم وأهویتکم وطباعکم، الشجاعة فی الدین تکون فی قضاء حقوق الحقّ عزوجل.

ترجمہ: باادب بنو حق تعالیٰ کے سامنے جیسے کہ تمہارے اسلاف باادب رہتے تھے تم ان کے مقابلہ میں ہیجڑے اور عورتیں ہو، تمہاری شجاعت انھیں باتوں میں ہے جن کا

تم کوتمہارے نفس، تمہاری خواہش اور تمہاری طبیعتیں تم کو حکم دیتی ہیں، دین کے بارے میں شجاعت اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ہوا کرتی ہے(الفتح الربانی ص:۹۳، مجلس:۱۴)

(۸) أما بقولك أنا من أمته من غير متابعة لاينفعك إذا اتبعتموه في أقواله وأفعاله كنتم معه في صحبته في دار الآخرة أما سمعتم قوله عزوجل ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ امتثلوا ما أَمَرَكم، وانتهوا عما نهاكم وقد قربتم من ربكم عزوجل في الدنيا بقلوبكم، وفي الآخرة بنفوسكم وأجسادكم(الفتح الربانی ص:۱۷۸، مجلس:۲۵)

ترجمہ:اور(رسول اللہ ﷺ کا)اتباع کئے بغیر تیرا یوں کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تیرے لئے مفید نہیں ہے جب تم آپؐ کے اقوال اور افعال میں آپؐ کے متبع بن جاؤ گے تو دارِ آخرت میں تم کو آپ ﷺ کی مصاحبت نصیب ہوگی، کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ ''جو کچھ تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی بھی ممانعت کریں اس سے رک جاؤ'' یقیناً دنیا میں حق تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے قلوب کے اعتبار سے، آخرت میں قریب ہو جاؤ گے اجسام ونفوس کے اعتبار سے۔

(۹) ليس الشرك عبادة الأصنام فحسب، بل هو متابعك بهواك (فتوح الغیب ص:۲۱، مقالہ:۷)

شرک صرف بت پرستی ہی نہیں ہے بلکہ شرک یہ(بھی)ہے کہ تم اپنی خواہشات کی پیروی کرو۔

(۱۰) فتبين أن طريق المحبة إتباعه (صلى الله عليه وسلم) قولاً وفعلاً(فتوح الغیب ص:۱۰۱، مقالہ:۳۶)

ظاہر ہوا کہ محبت کا طریقہ نبی ﷺ کی پیروی ہے قولاً اور فعلاً ﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾

عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

تَعْصِي الرَّسُوْلَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ ۞ هٰذَا لَعَمْرِيْ فِي الفِعَالِ بَدِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ ۞ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ يُطِيْعُ

یعنی: تم اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا دعوی کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کس قدر عجیب بات ہے اگر فی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعوی محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی نافرمانی نہ کرتے، ان کے ہر فعل اور ادا سے محبت ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ سنت کے خلاف بدعت کو دینی کام سمجھنا اور سنت کے مثل اسے تھامے رہنا یہ دین میں کمی بیشی اور کتر بیونت ہے اور دین میں اس طرح کرنا سخت ناجائز اور بڑا گناہ اور خطرناک ہے۔

جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اس کو نیک کام سمجھا تو اس نے آنحضرت ﷺ کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خائن اور کوتاہی کرنے والا ٹھہرایا اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے:﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، لہٰذا جو کام آپ کے مبارک زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا (کتاب الاعتصام ۱:۴۸)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من أَحَبَّ صاحب بدعةٍ أَحْبَطَ اللّٰهُ عمله، وأخرج نور الإيمان من قلبه.

جو شخص بدعتی سے محبت اور دوستی کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے اعمال ضائع فرما دیتے ہیں اور نور ایمان اس کے دل سے نکال دیتے ہیں (غنیۃ الطالبین ۱:۵۵ عربی)

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وترویج بدعت موجب تخریب دین است وتعظیم مبتدع باعث ہدم اسلام- الیٰ قولہ -بدعت را در رنگ کلندمی داند کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید وسنت را در رنگ کوکب درخشاں می نماید کہ در شب دیجور ضلالت ہدایت می فرماید (مکتوبات امام ربانی ۲:۳۸ فارسی)

ترجمہ: بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے- الی قولہ- بندہ بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو

بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ۲: ۶۳، مکتوب نمبر ۲۳)

آپ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

وعمل بدعت از دیادِ آں ظلمت می نماید و تقلیل نور سنت می سازد و عمل سنت باعث تقلیل آں ظلمت است و تکثیر آں نور فمن شاء فلیکثر ظلمة البدعة ومن شاء فليكثر حزب الشيطان ومن شاء فليكثر حزب الله.الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون. اَلَا إِنَّ حزب الله هم المفلحون (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ۲: ۳۹، مکتوب ۲۳ فارسی)

ترجمہ: بدعت پر عمل کرنا اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعات کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھاوے اور جو چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کے گروہ کو زیادہ کرے الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون. اَلَا إِنَّ حزب الله هم المفلحون (مکتوبات امام ربانی ۲: ۶۴، مکتوب ۲۳)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

النصيحة هى الدين ومتابعة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوة والسلام وإتيان السنة السنية والاجتناب عن البدعة اللامرضية وان كانت البدعة ترى مثل فلق الصبح لأنه فى الحقيقة لانور فيها ولا ضياء ولا للعليل منها شفاء ولا للداء منها دواءٌ كيف والبدعة أما رافعة للسنة أو ساكتة عنها والساكتة: إما لابد أن تكون زائدة على السنة فتكون ناسخة لها فى الحقيقة أيضًا لأن الزيادة على النصّ نسخ له فالبدعة كيف كانت تكون رافعة للسنة نقيضة لّها فلا خير فيها ولا حسن فيها (مکتوبات امام ربانی ۲: ۳۱، مکتوب ۱۹ فارسی)

ترجمہ: سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور

متابعت اختیار کریں، سنت سنیہ کو بجا لائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند (بظاہر) روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفا ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت کی رافع ہوگی یا رافعِ سنت ہونے سے ساکت ہوگی، ساکت ہونے کی صورت میں سنت پر ضرور زائد ہوگی جو درحقیقت سنت کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں (ترجمہ مکتوبات امام ربانی،۲: ۵۲، ۵۳، مکتوب ۱۹)

اور ہدایت فرماتے ہیں:

از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرع وزاری والتجا وافتقار وذل وانکسار درسر وجہار مسالت می نماید کہ ہر چہ دردین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ درزمانہ خیر البشر وخلفائے راشدین او نبودہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اگرچہ آں چیز درروشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را باجمع کہ باو مستند اند گرفتار عمل محدث مگر دانا ومفتون حسن آں مبتدع مکناد بحرمت سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات گفتہ اند کہ بدعت بردونوع است حسنہ وسیئہ، حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آں حضور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید، وسیئہ آنکہ رافع سنت باشد ایں فقیر درہیچ بدعتے ازیں بدعتہا حسن ونورانیت مشاہدہ نمی کند، وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطۂ ضعف بصارت بطراوت ونظارت بینند فردا کہ حدید البصر کردن دانند کہ جز خسارت وندامت نتیجہ نداشت (مکتوبات امام ربانی ۲: ۱۸۶ مکتوب ۱۸۶)

ترجمہ: عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت وخواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے اور جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع

پیدا ہوا ہے جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہ تھا اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کے مانند ہو اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور اس مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمۃ سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوات والسلام بعض علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ، حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور سیئہ اس بدعت کو کہتے ہیں جو سنت کو رفع کرے، یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت اور کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگرچہ آج اس مبتدع کے عمل کو ضعفِ بصارت کے باعث طراوت وتازگی میں دیکھیں، لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت وندامت کے سوا کچھ نہیں تھا (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ۱: ۳۰۸، ۳۰۹، مکتوب ۱۸۶)

جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو اسے چھوڑ دیا جائے

لہٰذا سعادت مندی یہی ہے کہ سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور بدعات سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، بلکہ جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو تو ایسے فعل کو بھی چھوڑ دیا جائے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے:

وَمَا تَرَدَّدَ بین البدعة والسنة یترك لانّ تَرْك البدعة لازمٌ (فتح القدیر ۱: ۴۵۵، باب سجود السھو) یعنی جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے، اس لئے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

إِنّ الحکم إذا تردّد بین سنةٍ جب کسی حکم کے متعلق سنت اور بدعت

وبدعةٍ كان ترك البدعة راجحًا على فعل السنة (البحر الرائق ۲: ۲۰)
ہونے میں تردد ہو تو بدعت کا چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہتر اور مباح ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وما تردّد بين البدعة والسنة يُترك (فتاوی عالمگیری ۱: ۱۷۹)
جس چیز کے متعلق تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت تو اسے چھوڑ دیا جائے۔

شامی میں ہے:

إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة (شامی ۱: ۶۰۰، مکروہات الصلوٰۃ)
جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو سنت کو چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

یہاں تک ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی بات دل میں آئے اور اسے وہ بات اچھی معلوم ہو تو اس پر فوراً عمل شروع نہ کردے تاآنکہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ بات سنت کے موافق ہے، حضرت سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاينبغی لمن ألهم شيئامن الخيرات يعمل به حتی يسمع به فی الأثر فيحمد الله تعالی إذا وافق السنة (احیاء العلوم ۱: ۸۶، مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ۱: ۹۳)

یعنی جس شخص کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا آثار کے موافق ہونا معلوم نہ ہو جاوے، اگر آثار میں اس کا وجود ملے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جو بات اس کے دل میں آئی وہ آثار کے مطابق ہوئی۔

بدعت میں شدید قباحت کیوں ہے؟

اس کے متعلق صاحب مجالس الابرار کا فاضلانہ مضمون

بدعت میں اس قدر قباحت کیوں ہے، اس کے متعلق مجالس الابرار میں بہت

عمدہ بات تحریر فرمائی ہے، ان شاء اللہ اس سے بدعت کی قباحت سمجھنے میں مدد ملے گی، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

وأما ماكان المقتضى لفعله فی عهده عليه السلام موجوداً من غير وجود المانع منه ومع ذلك لم يفعله عليه السلام فإحداثه تغيير لدين الله تعالى إذ لو كان فيه مصلحة لفَعَلَه عليه السلام أَوْحَثَّ عليه ولَمَّا لم يَفْعَله عليه السلام ولم يحثّ عليه علم أنه ليس فيه مصلحة بل هو بدعة قبيحة سيئة مثاله الأذان فى العيدين فإنه لما أحدثهٗ بعض السلاطين أنكره العلماء وحكموا بكراهته فلو لم يكن كونه بدعة دليلاً على كراهته لقيل هذا ذكر الله تعالىٰ ودعاء الخلق إلى عبادة الله تعالىٰ فيقاس على أذان الجمعة أو يدخل فى العمومات التى من جملتها قوله تعالى: ﴿وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ ذكرًا كثيرًا﴾ وقوله تعالى: ﴿ومَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ﴾ لكن لم يقولوا ذلِك بل قالوا كما أن فعل مافعله عليه السلام كان سنة كذلك ترك ماتركه عليه السلام مع وجود المقتضى وعدم المانع منه كان سنة أيضًا فإنه عليه السلام لما أمر بالأذان فى الجمعة دون العيدين كان ترك الأذان فيها سنة وليس لأحد أن يزيده ويقول هذا زيادة العمل الصالح لايضرّ زيادته إذ يقال له هكذا تغيّرت أديان الرُّسل وتبدّلت شرائعهم فإن الزيادة فى الدين لو جازت لجاز أن يصلى الفجر أربع ركعات والظهر ستّ ركعات ويقال هذا زيادة عمل صالح لايضر زيادته لكن ليس لأحد أن يقول ذلك لأن ما يبديه المبتدع من المصلحة والفضيلة إن كان ثابتاً فى عصره عليه السلام ومع هذا لم يفعله عليه السلام فيكون ترك مثل هذا الفعل سنة متقدمة على كل عموم وقياس. (مجالس الأبرار ص:۱۲۷، ۱۲۸، مجلس ۱۸ فى أقسام البدع وأحكامها)

ترجمہ: جس فعل کا موجب (سبب) دورِ نبوی میں موجود ہو اور اس (فعل کے

کرنے سے) کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر بھی آنحضور ﷺ نے وہ فعل (کام) نہ کیا ہو (مثلاً اذانِ قبر) تو اس کام کو جاری کرنا دین کو بدلنا ہے اس لئے کہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو حضرت سرور کائنات ﷺ اس کو ضرور کرتے ، یا اس کی ترغیب فرماتے اور جب آپ نے نہ خود اس کام کو کیا نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی اور خیر وفلاح نہیں بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے اس کی مثال عیدین میں اذان کہنا ہے کہ جب اس کو بعض سلاطین نے ایجاد کیا تو علماء نے منع کیا اور ناجائز بتلایا اگر اس کا بدعت ہونا اس کی کراہت کی دلیل نہ ہوتی تو کہا جاتا کہ یہ تو خدا کا ذکر ہے اور اللہ کی عبادت کے لئے لوگوں کو بلانا ہے (اور شیطان کو بھگانا بھی ہے) لہٰذا جمعہ کی اذان پر اس کو قیاس کیا جائے یا ان عام احکامات کے تحت اس کو داخل مانا جائے جن میں سے ایک اللہ کا یہ فرمان ہے ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، نیز یہ ارشاد خداوندی ہے ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ ﴾ اس سے بہتر کون ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا (لیکن ان دونوں امور میں سے کسی پر قیاس کر کے کسی نے اذان عید کے سنت ہونے کو نہیں کہا بلکہ تمام علماء یہی کہتے رہے کہ جس کام کو حضور اکرم ﷺ نے کیا ہو اس کا اسی طرح کرنا سنت ہے اسی طرح اس کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے باوجود اقتضاء کے اور مانع نہ ہونے کے نہیں کیا، کیونکہ پیغمبر ﷺ نے جب جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین میں حکم نہیں دیا تو عیدین میں اذان نہ کہنا ہی سنت ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اس پر زیادتی کرے اور یہ کہے کہ یہ نیک کام کی افزائش ہے اور ایسی زیادتی مضر نہیں، اس لئے کہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ اسی طرح پیغمبروں کے دین متغیر ہو گئے اور ان کی شریعتیں بدل گئیں اس لئے کہ اگر دین میں زیادتی جائز ہوتی تو یہ بھی جائز ہوتا کہ صبح کی نماز چار رکعت پڑھے اور ظہر کی چھ رکعت اور کہا جاتا کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں، لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا، اس واسطے کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت

بیان کرتا ہے اگر وہ مصلحت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ثابت (موجود) تھی اور باوجود اس کے آپ نے اس کو نہیں کیا تو اس کام کا چھوڑنا ہی ایسی سنت ہے جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہے۔

تحفۂ علم وحکمت میں ہے: بدعت کی تیسری شرط داعیہ کے باوجود نہ پایا جانا۔ یعنی قرون مشہود لہا بالخیر (خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے دور میں) ضرورت اور داعیہ کے باوجود نہ پایا جانا، کیونکہ سال کے یہ بارہ مہینے، ہفتے کے یہ سات دن، اور دن کے یہ چوبیس گھنٹے ان ادوار میں بھی موجود تھے مگر اس کے باوجود اگر انھوں نے کسی خاص مہینے یا خاص دن یا خاص وقت کے لئے کوئی خاص طریقہ یا خاص عمل مقرر نہیں کیا تو ہمیں اس کا کیا حق پہونچ سکتا ہے، یا مثلاً پیدائش وموت، خوشی وغمی، عیدین وجنائز وغیرہ تمام امور اس وقت بھی موجود تھے تو پھر ان امور کے متعلق کوئی ایسا کام کرنا ہمارے لئے کس طرح جائز اور درست ہوسکتا ہے جو انھوں نے ضرورت وداعیہ کے باوجود نہ کیا ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ ہم علم کے میدان میں ان کی گر دِراہ کو پہونچ سکتے ہیں نہ عمل کے میدان میں۔ نہ عشق نبوی کے دعوی میں ان کی ہمسری کر سکتے ہیں نہ اتباع سنت کے دائرہ میں ان کی برابری کا سوال پیدا ہوسکتا ہے، تو پھر وہ کام کیونکر دین قرار پاسکتا ہے جو انھوں نے ضرورت وداعیہ کے باوجود نہیں کیا (تحفۂ علم وحکمت ص: ۱۹۶، مولانا ابو عامر محمد اسحاق خان)

نیز تحفۂ علم وحکمت میں ہے:

بدعتی دین کو ناقص سمجھتا ہے

بدعت کی ایجاد واختراع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین ناقص تھا، اور اس میں اس چیز کی کمی تھی جو بدعتی شخص بدعت ایجاد کر کے پوری کر رہا ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اور یہ خیال بھی کفر ہے کیونکہ ہمارا دین مکمل ہے اور اللہ نے ۲۳ سال کے

طویل عرصہ میں اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمادی، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا، یہ آیت کریمہ ۹ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن ''عرفات'' کے میدان میں نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے جبلِ رحمت کے دامن میں اس کا اعلان فرمایا، اس لئے جمہور علماء ومفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ کے بعد احکام سے متعلق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، تو جب دین مکمل ہوگیا اور اس کی تکمیل کا اعلان بھی اس طرح کردیا گیا تو پھر اس میں بدعات کی پیوندکاری کی گنجائش کس طرح ہوسکتی ہے، تو بدعتی شخص اپنی بدعت ایجاد کرکے گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ دین نعوذ باللہ ناقص تھا اور میں اس طرح اس کی تکمیل کا سامان کررہا ہوں اس طرح وہ اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کرتا ہے اور کلام اللہ کی تکذیب کا مجرم قرار پارہا ہے اور اس کے ساتھ خدا ورسول کی بھی تکذیب کا ارتکاب کرتا ہے (والعیاذ باللہ) (تحفۂ علم وحکمت ص:۲۰۱،۲۰۲)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''اور فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے) کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ بدعتی خدا اور رسول کی توہین کرتا ہے کہ اس کی کامل ومکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کرکے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کرکے اپنے لئے (تشریعِ احکام کا) خدائی منصب تجویز کرتا ہے، اس لئے وہ تو درحقیقت اسلام کو ڈھا رہا ہے اور جو اس کی تعظیم وتکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ (کفایت المفتی ۴:۱۳۰، کتاب الجنائز)

کیا ہر نئی چیز بدعت ہے؟

یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ احادیث میں جس بدعت کی مذمت آئی ہے اس سے وہ بدعت مراد ہے جسے شرعی اعتبار سے بدعت کہا جائے اور شرعی اعتبار سے بدعت کی تعریف اور اس کے متعلق کافی وضاحت پہلے آچکی ہے، اس لئے ہر نئی بات کو بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا، بلکہ جو عمل فی الدین یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کے ہو اور اسے دین قرار دے کر اور عبادات وغیرہ دینی امور کی طرح ثواب اور رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کیا جائے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو نہ قرآن وسنت سے نہ قیاس واجتہاد سے، جیسے عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا اضافہ وغیرہ وغیرہ: یہ تو بدعت ہے اور جو نیا کام للدین ہو یعنی دین کے استحکام ومضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے لئے ہو اسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا جیسے جمعِ قرآن کا مسئلہ، قرآن میں اعراب لگانا، کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ وغیرہ نام رکھنا، اسی طرح احکام فقہ کو مدون کرنا اور ان کو مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نام رکھنا، مدارس مکاتب اور خانقاہیں بنانا، ان تمام امور کو بدعت نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح آج کل کی نو ایجاد چیزیں، سفر کے جدید ذرائع، ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ: ان چیزوں کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا، اس لئے کہ ان کو دین اور ثواب اور رضائے الٰہی کا کام سمجھ کر استعمال نہیں کیا جاتا، لہٰذا جو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جب ہر نئی چیز بدعت ہے تو یہ تمام نو ایجاد اشیاء بھی بدعت ہونا چاہئے اور ان کو استعمال نہ کرنا چاہئے یہ صریح جہالت ہے یا عوام کو دھوکا دینا ہے۔

سنت کی تعریف اور اس کا حکم

خدارا سنت کی قدر پہچانو اور حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام لو اور آپ کی مبارک اور نورانی سنتوں کو زندہ کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سنت کی تعریف اور اس کا حکم بیان کردیا جائے۔

سنت: وہ کام جس کو نبی کریم ﷺ نے، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اس کی تاکید کی ہو۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ(مشکوٰۃ شریف ص:۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)	ترجمہ: تم اپنے اوپر میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کرلو اور دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔

نیز حدیث میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سألت رَبّى عن اختلاف أصحابى من بعدى فاوحٰى إلىَّ يا محمد إن أصحابك عندى بمنزلة النجوم فى السماء بعضها أقوى من بعض ولكلٍّ نورٌ فمن أخذ بشيئٍ ممّاهم عليه من اختلافهم فهو عندى على هدىً.قال: وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أصحابى كالنجوم فَبِأَيِّهِم اقتديتم اهتديتم رواه رزين (مشکوٰۃ شریف ص:۵۵۴ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت حق تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی فرمائی: میرے نزدیک آپ کے صحابہ کا مرتبہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ بعض ستارے بعض سے قوی ہیں لیکن ہر ستارہ میں نور ہے، جن چیزوں میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا ان میں سے کسی کے قول کو اختیار کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جن کی اقتداء کروگے

ہدایت کی راہ پاؤ گے۔مزید احادیث فتاوی رحیمیہ۴: ۷۹-۹۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

(۱) سنت مؤکدہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے یعنی بلا عذر اس کا تارک گنہ گار اور ترک کا عادی سخت گنہ گار اور فاسق ہے اور حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا (فتاوی رحیمیہ۲: ۴۱۱)

ردالمختار معروف بہ شامی میں ہے:

اعلم أن المشروعات أربعة أقسام: فرض وواجب وسنة ونفل، فماكان فعله أولىٰ من تركهٖ مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعيٍّ فرض أو بظنيٍّ فواجب وبلامنع الترك إن كان مما واظب عليه الرسول صلى الله عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنّة وإلا فمندوب ونفل.والسنّة نوعان:سنّة الهدىٰ وتركها يوجب أساءة وكراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها، وسنّة الزوائد وتركها لايوجب ذلك كسير النبى عليه الصلوٰة والسلام فى لباسهٖ وقيامهٖ وقعودهٖ إلخ. (شامی۱: ۹۵ مطلب فى السنة وتعريفها)

درمختار میں ہے:

وفى الزيلعى ...... إلى قوله ...... كترك السنّة المؤكدة فإنه لايتعلق به عقوبة النار، لحديث من ترك سنّتى لم تنل له شفاعتى فترك السنّة المؤكدة قريب من الحرام وليس من الحرام .انتهىٰ.

ردالمختار میں ہے:

(قوله وفى الزيلعى إلخ)............وما فى الزيلعى موافق لما فى التلويح حيث قال: معنى القرب إلى الحرمة أنه يتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار، وترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان

الشفاعة اھ ومقتضاه أن ترك السنة المؤكدة مكروهٌ تحريماً لجعله قريبًا من الحرام والمراد بها سنن الهدىٰ كالجماعة والأذان والإقامة فإن تاركها مضلل ملوم كما فى التحرير والمراد الترك على وجه الإصرار بلاعذر إلخ (درمختار و رد المحتار ۵:۲۹۵، كتاب الحظر والإباحة)

شامی میں ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے:

الحاصل أن السنة إن كانت مؤكدة قوية لايبعدكون تركها مكروهً تحريمًا وإن كانت غير مؤكدة فتركها مكروهً تنزيهًاإلخ (رد المحتار ۱:۴۳۹ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره، مطلب فى بيان السنة والمستحب)

پھر سنت مؤکدہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنتِ عین (۲) سنتِ کفایہ۔

(الف) سنتِ عین وہ ہے جس کی ادائیگی ہر مکلّف پر سنت ہے جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ۔

(ب) سنت کفایہ وہ ہے جس کی ادائیگی سب پر ضروری نہیں یعنی بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہ گار ہوں گے جیسا کہ محلّہ کی مسجد میں جماعت تراویح وغیرہ۔

شامی میں ہے:

(قوله وسنة عين) يسن لكل واحد من المكلفين بعينهٖ وفيه إشارة إلىٰ أن السنة قد تكون سنة عين وسنة كفاية ومثاله ما قالوا فى صلوٰة التراويح: إنها سنة عين وصلوتها بجماعة فى كل محلة سنة كفاية (شامی ۱:۵۰۲، فصل فى القراء ة،مطلب السنة تكون سنة عين و سنة كفاية)

اتباعِ سنت کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ

عن أنس رضى الله عنه قال قال ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من أحبَّ سُنَّتی فقد أحبَّنی ومن أحبَّنی کان معی فی الجَنّة (رواہ الترمذی ، مشکوٰۃ شریف ص:۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ہے: آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

نیز ارشاد فرمایا:

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من تمسّك بسُنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهید (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا (اور اس پر عمل کیا) تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

فساد کے وقت ایک سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے؟

اس کو سو شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے؟ اس کے متعلق حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بڑی اچھی بات تحریر فرمائی ہے:

حدیث: من تمسك بسُنّتی عند فساد أمّتی فله أجر مائة شهید یعنی اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا کیونکہ شہید حقیقی کو جو کفار کے مقابلہ میں لڑ کر شہید ہوا زخم کی تکلیف ایک بار اٹھانی ہوتی ہے اس واسطے وہ ایک شہید کا ثواب پاتا ہے اور یہ شخص جو ایسے زمانہ میں کہ کفار اور فساق کا غلبہ ہو رہا ہے سنت نبوی پر چلنے میں ہر طرف سے طعن اور تشنیع کے زخم سے ہر دم جراحت جسمانی اور روحانی کے اَلم اور رنج میں گرفتار

رہتا ہے اس لئے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور ہمیشہ مؤمنین نے مفسدوں اور بے دینوں کے ہاتھ سے اس طرح تکلیف پائی ہے جیسا فرمایا حضور ﷺ نے:
قال علیه الصلوٰۃ والسلام أشدّ الناس بلاءً ا الأنبیاء ثم الأمثل فالأمثل بہرحال رضامندی اور تابعداری اللہ ورسول اللہ ﷺ کی ہر کام میں ضروری ہے اور یہی باعث ہے فلاح اور بہتری کا، دنیا چند روزہ ہے آخر اسی اپنے مالک اور خالق سے معاملہ پڑے گا تو ایسا کرنا چاہئے کہ وہاں شرمندگی نہ اٹھاوے اور دوزخ کا کُندہ نہ بنے بلکہ اچھے اعمال، عمل میں لا کے خوشی اپنے خداوند قدوس کی حاصل کر کے سزاوار بہشت کے جانے کا اس کے فضل وکرم سے ہووے۔﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (اللهم اجعلنا منهم) اور حضور ﷺ کی سنت سے انکار کرنے کو اللہ کے غضب کا سبب سمجھے، ربَّنا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مَنْ أَنْصَارٍ، فلا تجعلنا منهم. قال النبی صلی اللہ علیه وسلم کلّ أمتی یدخلون الجنة إلّا مَنْ أبٰی قیل ومن أبی؟ قال من أطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبٰی اور تابعداری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عین تابعداری اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰه وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین ﷺ ص:۴،۳)

نیز حدیث میں ہے: مَن حفظ سنتی أکرَمَهُ اللّٰهُ بأربعِ خصالٍ: المحبّة فی قلوب البررة والهیبة فی قلوب الفجرة والسعةُ فی الرزق والثقة فی الدین، یعنی جس نے میری سنت کی حفاظت کی (دل وجان سے اس کو مضبوط پکڑ لیا، اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) رزق فراخ کر دے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرعة

الإسلام ص۸ لسید علی زادہ)

نیز حدیث میں ہے:

عن مالك بن أنس رضی الله عنه مرسلاً قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم أمرین لن تضلّوا ماتمسکتم بهما: کتاب الله وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم، رواه فی الموطا(مشکوٰۃ شریف ص۳۱)

ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کی سنت۔

نیز حدیث میں ہے:

مَنْ أحییٰ سُنتی فقد أحیانی ومن أحیانی کان معی فی الجنة(ترمذی شریف۲:۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: إن السنة مثل سفینة نوح من رکبها نجیٰ ومن تخلف عنها غرق۔ یعنی سنت کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہوگیا (یعنی ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر گیا)

(فتاوی رحیمیہ ۶:۲۳۱)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: اے عبدالرحمٰن تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو، میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! آپ کے فضل سے کرتا ہوں، اس کے بعد پھر میں نے کہا: اے رب! مجھے اسلام پر موت نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وعلی السنۃ اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعا اور تمنا کرو۔

عن الأوزاعی قال رأیت رب العزۃ فی المنام فقال لی یا عبد الرحمن أنت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکرفقلت بفضلك یارب وقلت یا رب أَمِتْنی علی الإسلام فقال وعلی السنۃ (تلبیسِ ابلیس ص۹)

اتباعِ سنت سے محبوبیت کا راز

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہونچنے کا سب سے قریب راستہ ہے)(کمالات اشرفیہ۔بحوالہ مواعظ دردِ محبت ص۱۶۸ از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

سنت کو ہلکا سمجھنے کا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے: مَنْ تھاونَ بالآداب عوقبَ بحرمانِ السنۃ ومن تَھَاوَنَ بالسنۃ عوقب بحرمان الفرائضِ ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ۔یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف سمجھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے (تفسیر عزیزی ص۴۳۲ سورۂ بقرہ تحت الآیۃ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ.......... ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ)(نیز فضائل حج ص:۶۱ اجمالی آداب)

سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانی

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی، تو حضرت خواجہ کی توجہ ودعاء سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کردیا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانی رحمہ اللہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھالاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو ان شاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہوجائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہوجائیں) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں (دیباچہ دُرلا ثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری ۶:۳، ۷)

اولیاء کی کرامت برحق ہے

اہل سنت والجماعت کے نزدیک اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے، عقائد کی مشہور کتاب ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے: وكرامات الاولياء حق إلخ ص:۱۰۵، ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا یہ امتی ہے اور جن کی اتباع

اور پیروی کے صلہ میں اس کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا مسافت بعیدہ کومختصر وقت میں طے کر لینا، غیر موسم کے پھل ملنا وغیرہ، ان کرامات کو کرامات حسّی کہا جاتا ہے، یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عموماً حسی کرامتوں کو ہی کمال سمجھا جاتا ہے مگر اہل کمال کے نزدیک ''کرامت معنوی'' کمال ہے یعنی شریعت مصطفوی ﷺ پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر ایک موقعہ پر سنت اور غیر سنت کے فرق کو سمجھ کر سنتِ رسول ﷺ کی مکمل اتباع، اس کا شوق اس کی لگن اور دل سے توجہ الی اللہ اور اشتغال باللہ کہ ایک دم اور ایک سانس بھی غفلت میں نہ گذرے، اور یہ بات مندرجہ بالا واقعہ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہے، تو اصل کمال اتباع شریعت اور اتباع سنت ہے، اسی بنا پر محققین فرماتے ہیں کہ طریقۂ سنت کی اتباع کے بغیر اگر کوئی تعجب کی چیز دیکھنے میں آئے تو وہ ہرگز کرامت نہیں استدراج اور شیطانی حرکت ہے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری نظروں میں ایسا کمال والا آدمی ہو جو ہوا پرمُر بّعًا چوکڑی مار کر اور آلتی پالتی لگا کر بیٹھتا ہو اور پانی پر چلتا ہو تو جب تک تم امتحان نہ کر لو کہ احکام اسلام اور شرعی حدود کی پابندی میں کیسا ہے ہرگز اس کو نظر میں نہ لاؤ۔

حضرت بسطامی سے کہا گیا کہ فلاں شخص ایک رات میں مکہ پہنچ جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ شیطان تو ایک جھپک میں مشرق سے مغرب پہونچ جاتا ہے حالانکہ وہ اللہ کی لعنت میں گرفتار ہے (بصائر العشائر ص ۶۱۲)

پیشوائے طریقت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واصل الی اللہ ہونے کے بے شمار طریقے اور راستے ہیں مگر مخلوق کے لئے تمام راستے بند ہیں، اس کے لئے صرف وہی راستہ کھلا ہوا ہے جو اتباع رسول اللہ ﷺ کی شاہراہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اے فرزند! آنچہ فردا بکار آید متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ، احوال ومواجید، علوم ومعارف واشارات ورموز اگر بآں متابعت جمع شوند فبہا ونعمت والا جز خرابی واستدراج ہیچ نیست (مکتوبات امام ربانی ۱:۱۸۵ مطبع مرتضوی دہلی)

یعنی اے فرزند جو چیز کل کو (قیامت میں) کارآمد ہوگی وہ صاحبِ شریعت ﷺ کی متابعت اور پیروی ہے درویشانہ حالات اور عالمانہ وجد، علوم ومعارف صوفیانہ رموز واشارات اگر آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کے ساتھ ہوں تو بیشک بہت بہتر ہیں، اور اگر یہ باتیں پابندی شریعت اور اتباع سنت کے جوہر کے بغیر ہوں تو خرابی اور استدراج کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

ناظرین کرام! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس کو بغور اور بار بار پڑھیے، اس کا مقتضی یہ تھا کہ ہمارا معاشرہ اتباع سنت کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا، ہماری خوشی کی تقریب ہوتی یا غمی کا موقع ہوتا سنت ہی کو اپنا مشعل راہ بنانا چاہیئے تھا مگر ازحد افسوس اور قلق ہے کہ جب ہم یا آپ اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں عجیب عجیب بدعات رواج پارہی ہیں اور ان پر بڑی پابندی سے عمل کیا جاتا ہے، اسی پر بس نہیں جو ان بدعات پر عمل نہیں کرتے ان پر جملے کسے جاتے ہیں ان پر لعن وطعن کیا جاتا ہے، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے ان کی توہین کی جاتی ہے، **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اللّٰهم اهدنا الصراط المستقيم.**

چند مروجہ بدعات

یہاں ہم چند بدعات مروجہ بیان کرتے ہیں، مقصد نیک ہے **اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَة** (یعنی دین خیرخواہی کا نام ہے) کے پیش نظر یہ سطریں تحریر کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدعات اور اس کے علاوہ تمام بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

غمی کی تقریبات اور ضیافتیں

تیجہ، دہم، چہلم، ششماہی، برسی

موت جو غم کا موقعہ ہوتا ہے اس موقعہ پر تیجہ، دہم، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ کیا جاتا ہے اور بڑے اہتمام سے اسے ادا کیا جاتا ہے دعوتیں دی جاتی ہیں، اگر اپنی گنجائش نہ ہو تو قرض لے کر بھی ان رسوم کو ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس میں شرکت کرنے والے اس طرح شرکت کرتے ہیں جیسے شادی کی تقریب ہو خاص کر عورتیں زرق برق لباس کا اہتمام کرتی ہیں، یہ سب چیزیں بدعت اور ناجائز ہیں۔

کچھ پڑھ کر یا غرباء کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر ایصال ثواب اور میت کے لئے دعاء مغفرت یقیناً ثابت ہے اور اس کے لئے فتاوی رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ١١٨ تا ١٢٤ پر ہمارا جو فتوی چھپ چکا ہے اسے ضرور ملاحظہ کیا جائے، اس فتوی میں ہم نے مدلل اس بات کو ثابت کیا ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب بلاشک وشبہ جائز ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کرے یا کوئی بدنی عبادت نوافل روزہ، قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف وغیرہ پڑھ کر جس کو چاہے بخش دے یا اہل میت اپنے خاص اعزہ واقرباء دوست احباب کو خبر دے کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کریں اور وہ لوگ کچھ پڑھ کر یا خیرات کر کے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کریں۔

شامی میں ہے:

روی الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت وصنع الطعام من

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (جماعت صحابہ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور کھانے کے انتظام واہتمام کو نوحہ (اور ماتم) کے سلسلہ کی رسم سمجھتے تھے (اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ حضور ﷺ

النیاحة (شامی ۱:۸۴۲) نے نوحہ سے منع فرمایا ہے)

فقیہ حافظ الدین ابن شہاب کردری (المتوفی سنہ ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

ویکره اتخاذ الضیافة فی أیام المصیبة لأنها أیام غم فلا یلیق فیها ما یختص بإظهار السرور وإن اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۶:۳۷۹ کتاب الکراہیۃ فصل ۹)	یعنی ایام مصیبت میں دعوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ غم کے دن ہیں جو کام اظہار خوشی کے لئے مخصوص ہوں وہ ان ایام کے لائق نہیں۔ اور اگر غرباء کے لئے کھانا تیار کرے تو بہتر ہے۔

فقیہ علامہ شرنبلانی (المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

وتکره الضیافة من أهل المیت لأنها شرعت فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة، (مراقی الفلاح ص:۱۲۰ مع طحطاوی ص:۳۳۹)	ترجمہ: اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت (مہمانی) خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر اور اس موقع پر ضیافت بدعت قبیحہ ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قال فی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۳۳۹)	ترجمہ: بزازیہ میں ہے: اہل میت کے یہاں پہلے دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح منہاج میں فرماتے ہیں:

واتخاذ الطعام فی أیام المصیبة کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والأربعین والشهر والسادس والسنة بدعة (شرح منہاج)	یعنی خاص ایام میں کھانا کھلانے کا رواج جیسے تیجہ کے دن اور پانچویں، نویں، دسویں، بیسویں، چالیسویں دن، نیز ششماہی اور برسی یہ سب بدعت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ) وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسانی ہیچ نہ کنند (مالابد منہ، وصیت نامہ ص: ۱۶۰)
یعنی میرے انتقال کے بعد دنیوی رسوم جیسے دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی نہ منائی جائے۔

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اموات کو ثواب پہونچانا مستحسن ہے عبادات مالیہ وعبادات بدنیہ دونوں کا ثواب پہونچتا ہے لیکن ایصال ثواب کے لئے شریعت مقدسہ نے جو صورتیں مقرر نہیں کیں ان کو مقرر کرنا اور ایصال ثواب کی شرط سمجھنا یا مفید جاننا بدعت ہے، شرعی صورت اس قدر ہے کہ اگر کسی میت کو ثواب پہونچانا ہے تو کوئی بدنی عبادت کرو مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، قرآن مجید کی تلاوت کرو، درود شریف پڑھو وغیرہ، اور اس عبادت کا ثواب جس کو پہونچانا ہے اس کو اس طرح پہنچاؤ کہ یا اللہ! میں نے جو نماز پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے یا تلاوت کی ہے یا درود شریف پڑھا ہے اس کا ثواب اپنے فضل ورحمت سے فلاں میت کو پہنچادے اسی طرح اگر عباداتِ مالیہ کا ثواب پہونچانا ہے تو جو میسر ہو اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرو یا مسجد بنواؤ، کنواں بنواؤ، سرائے مسافر خانہ تعمیر کرو، دینی مدرسہ قائم کرو وغیرہ۔ اور مذکورہ بالا طریقے پر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان چیزوں کا ثواب اس میت کو پہونچادے جسے تم پہونچانا چاہتے ہو، یہ تو ایصالِ ثواب کا شرعی طریقہ ہے، اب اس کے لئے کوئی خاص تاریخ یا دن معین کرنا اور اس تعیین کو وصول ثواب کی شرط یا زیادت ثواب کے لئے بغیر شرعی دلیل کے مفید سمجھنا یا خاص چیزیں مقرر کرنا یا خاص مقام مثلاً خاص قبر پر صدقہ کرنے کی تعیین یا مردے کے جنازے کے ساتھ لے جانے کو ضروری یا مفید سمجھنا اور بھی اکثر امور جو رسم ورواج کے طور پر قائم ہوگئے ہیں یہ سب خلافِ شریعت اور بدعت ہیں، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی بے اصل ہے اگر کھانے کا صدقہ کرنا مقصود ہے تو صدقہ کردو کسی مستحق کو دیدو، اگر تلاوت قرآن مجید یا درود کا ثواب پہونچانا ہے وہ بھی کرو مگر دونوں کا

ثواب پہنچنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی پڑھا جائے یہ اشتراط نہ شریعت سے ثابت ہے اور نہ معقول، کیونکہ کھانے پر فاتحہ دینے والے بھی کپڑے یا پیسے کا ثواب پہونچانا چاہتے ہیں تو اس پر وہ بھی فاتحہ نہیں پڑھتے، الغرض ایصالِ ثواب فی حدذاتہ جائز اور مستحسن ہے لیکن اس کی اکثر مروج صورتیں ناجائز اور بدعت ہیں۔
(کفایت المفتی ۴:۱۱۲،۱۱۳، کتاب الجنائز)

آپ کا دوسرا فتوی:

جواب: ایصالِ ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اس کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کردے یا کوئی بدنی عبادت مثلاً نماز نفل، نفل روزہ، تلاوت قرآن مجید کرے اور اس کا ثواب جس کو بخشنا چاہے بخش دے اس میں کوئی دن اور تاریخ یا کسی معین چیز کی تخصیص اور تعیین نہ کرے نہ اس کو لازم اور ضروری قرار دے، تیجہ اور دسواں اور چہلم ان تخصیصات کی وجہ سے اور ان کو مستقل رسم قرار دے لینے کی وجہ سے بدعت ہیں ان کی بطور رسم ادائیگی موجب ثواب ہی نہیں پھر ایصالِ ثواب کہاں؟ (کفایت المفتی ۴:۱۲۲، کتاب الجنائز)

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب اور دیگر رضا خانی علماء کے فتاوی بھی پیش کئے جاتے ہیں، جو لوگ مذکورہ رسوم دین اور ثواب کا کام سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور ان رسوم پر نکیر کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ان حضرات کے فتاوی ملاحظہ کریں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ کس قسم کی چیزوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں، غور سے پڑھیں اور عبرت حاصل کریں، اور ان رسوم سے توبہ کر کے ان رسوم کو چھوڑ دیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا مفصل فتوی

سوال: اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روزِ وفات سے اس کے اعزا و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو

شادی میں کیا جاتا ہے یعنی عمدہ لباس پہن کر آتی ہیں، پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیہ کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کرے تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سبحان اللہ! اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے؟ اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: **كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة!** ہم (گروہ صحابہ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے لئے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے، جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة.

یعنی اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح شرنبلانی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظه: يكره الضيافة من أهل الميت لأنها شرعت في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة.

فتاوی خلاصہ، فتاوی سراجیہ، فتاوی ظہیریہ، فتاوی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاوی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔

واللفظ للسراجية: لايباح اتخاذ الضيافة عندثلاثة أيام فی المصيبة زاد فی الخلاصة لأن الضيافة تتخذ عند السرور.

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے، فتاوی امام قاضی خان، کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

يكره اتخاذ الضيافة فی أيام المصيبة لأنها أيام تأسف فلايليق بها ما يكون للسرور.	غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس ورنج وملال کے دن ہیں تو جو کچھ خوشی میں ہوتا ہے وہ اس حال کے لائق نہیں۔

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لابأس بالجلوس للمصيبة إلی ثلاث من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والأطعمة من أهل الميت.	مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلّف فرش بچھانا اور میت والوں کی طرف سے کھانا وغیرہ۔

امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعدالأسبوع.	یعنی میت کے لئے پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ مکروہ اور ممنوع ہے۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: أطال ذلك فی المعراج وقال هذه الأفعال كلها لِلسُمْعَةِ والرياء فيحترز عنها: صاحب معراج الدرایہ (شرح ہدایہ) نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکراہیہ میں ہے:

يكره الجلوس للمصيبة ثلثة أيام	ترجمہ: تین دن یا کم تعزیت کے لئے مسجد

أو أقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافة فی هذه الأیام و کذا أکلها کما فی خیرة الفتاوی.

میں بیٹھنا منع ہے اوران دنوں میں ضیافت بھی ممنوع ہے اوراس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں اس کی تصریح ہے۔

فتاوی القروی اور واقعات المتقین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة ثلاثة أیام وأکلها لأنها مشروعة للسرور.

تین دن ضیافت اوراس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں کی جاتی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے: ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت راو پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیۂ آں دشوار ست۔

اسی میں ہے: پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را درسوم وقسمت نمودن آں میاں اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع ست وتصریح کردہ بداں درخزانہ چہ شرعیت ضیافت نزدسروراست نہ نزدشرور وہوالمشہو رعندالجمہو ر!

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجودنہیں ہوتے، نہ ان سے ان کا اذن لیا جاتا ہے، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا، وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ بیشک جولوگ یتیموں کے مال ناحق طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کی گہرائی میں جائیں گے۔ لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل خانیہ وبزازیہ وتاتارخانیہ وہندیہ میں ہے: واللفظ لهاتین: إن اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً إذا کانت الورثة بالغین فإن کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا، إن اتخذ ولی المیت طعاماً للفقراء کان حسناً إلا أن یکون فی الورثة صغیر فلایتخذ من الترکة.

ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں، مثلاً چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ

سے منھ ڈھانکنا الی غیر ذلک، اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔

ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی: قال الله تعالی: ﴿وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، اس مجمع ناجائز کے لئے۔

کشف الغطاء میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشد مکروہ است زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ!

رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے پان چھالیہ، کھانا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے، ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے، پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں، پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا اور معاذ الله لعنتِ الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعثِ لعنت ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا، غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں! الله عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ والله الهادی إلی سواء السبیل۔

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار کھلائیں مگر کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے، اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں ہے اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطاء میں ہے: مستحب است خویشاں وہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند

ودر خوردن غیر اہل میت ایں طعام رامشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصاً۔

عالمگیری میں ہے: **حمل الطعام إلی صاحب المصيبة والأكل معهم فی اليوم الأول جائز لشغلهم بالجهاز وبعده يكره كذا فی التاتارخانية** (احکام شریعت۳: ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴ مولفہ مولوی احمد رضا خاں صاحب)

مولوی امجد علی رضا خانی ''بہار شریعت'' میں لکھتے ہیں ''میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیح ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غمی کے وقت اور اگر غرباء کو کھلائیں تو بہتر ہے (بہار شریعت۴: ۱۴۹)

ان کے ایک دوسرے مقتدا مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب رضوی تحریر کرتے ہیں: ''اہل برادری واہل میت کے یہاں کا کھانا کھانا، ان کی ضیافت قبول کرنا ناجائز اور گناہ ہے، ہندوستان کے بعض شہروں میں یہ بہت بری رسم ہے کہ اہل برادری میت کے یہاں جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں، پان تمبا کو وغیرہ چیزوں میں ان کا خرچ کراتے ہیں، اور اہلِ میت مجبوراً ایسا کرتے ہیں بلکہ بہت سے بدنامی کے باعث قرض لے کر یا یتیموں کا مال اس میں صرف کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا اور بہت بچنا چاہئے۔

(اسوۂ حسنہ۔ از مولوی حکیم محمد حشمت ص: ۱۲)

آپ کا دوسرا فتوی: سوال: اگر فاتحہ دیتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں اور کھانا سامنے نہ رکھیں اور زبان سے یہ نہ کہیں کہ یہ فلاں کی فاتحہ ہے صرف دل میں خیال کرلیں۔

الجواب: حقیقتاً امر یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب یعنی اموات کی ارواح کو ثواب پہونچانے کا نام ہے، اور وہ ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے، زبان سے کہنے نہ کہنے کھانا سامنے رکھنے نہ رکھنے پر موقوف نہیں، صرف کھانا وغیرہ فقراء کو دیتے وقت قرآن عظیم وغیرہ اعمال کا ثواب ان کی روح کو بخشتے وقت ان کی نیت کرنا کہ اس کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچے کافی ہے (مجمع الوسائل ص: ۱۲۵)

الغرض تیجہ دسواں، بارہواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی یہ اسلامی

تقریبات نہیں ہیں غیر اقوام کی ہمسائیگی اور تقلید کا نتیجہ ہے۔

رسمی قرآن خوانی

اسی طرح قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ہوتو جتنا ہو سکے قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کردیں، یہ اسلاف کے طریقہ کے مطابق ہوگا اور اس میں اخلاص بھی ہوگا اور ان شاء اللہ مردہ کو فائدہ ہوگا، رسمی قرآن خوانی اسلاف سے ثابت نہیں۔

شامی میں اس قسم کی قرآن خوانی اور رسمی تقریبات کے متعلق معراج الدرایہ سے نقل فرماتے ہیں:

هذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالى. (شامی۱:۸۴۲)

یعنی یہ سارے افعال محض دکھاوے اور نام ونمود کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان افعال سے احتراز کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ صرف شہرت اور نام ونمود کے لئے ہوتا ہے، رضائے الٰہی مطلوب نہیں ہوتی۔

اور جولوگ قرآن خوانی میں شرکت کرتے ہیں عموماً ان میں بھی اخلاص نہیں ہوتا بہت سے لوگ اس لئے شرکت کرتے ہیں کہ اگر نہیں جائیں گے تو اہل میت ناراض ہوں گے اور بہت سے لوگ صرف شیرینی اور کھانے کی غرض سے حاضری دیتے ہیں، تو جب اخلاص ہی نہیں ہے تو ثواب کہاں ملے گا؟ اور جب پڑھنے والا ہی ثواب سے محروم ہے تو پھر ایصال ثواب کس طرح ہوگا؟

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس پر عمدہ بحث فرمائی ہے جو قابل مطالعہ ہے، کچھ حصہ ملاحظہ ہو۔

قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لالليّت ولا للقارئ وقال العينى فى شرح الهداية:ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل أن ما شاع فى زماننا من قراءة

الأجزاء بالأجرة لايجوز لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاء الثواب للأمر والقراء ة لأجل المال فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النيَّة الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الاجرة مَا قَرَأَ أحدٌ لِاَحدٍ فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مِكْسَبًا ووسيلة إلى جمع الدنيا إنا لله وإنا إليه راجعون– إلى قوله – وقد ردَّه الشيخ خير الدين الرملى فى حاشية البحر فى كتاب الوقف حيث قال: أقول المفتى به جواز الأخذ استحساناً على تعليم القرآن لا على القراء ة المجرَّدة كما صرح به فى التاترخانية حيث قال لامعنى لهذه الوصية ...... لأنّ هذا بمنزلة الأجرة والإجارة فى ذلك باطلة وهى بدعة ولم يفعلها أحدٌ من الخلفاء وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على استحسانٍ اھـ يعنى للضرورة ولاضرورة فى الاستئجار على القراء ة على القبر – إلى قوله – ونقل العلامة الخلوتى فى حاشية المنتهى الحنبلى عن شيخ الإسلام تقى الدين ما نَصُّهٗ ولايصح الاستئجار على القراء ة وإهدائها إلى الميت لأنه لم ينقل عن أحد من الأئمة الأذْنُ فى ذلك وقد قال العلماء أن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب لهٗ فأىُّ شيئٍ يهديه إلى الميت وإنما يصل إلى الميت العمل الصَّالح والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل بـه أحـد مـن الأئـمـة إلخ (شامی ۵:۴۷،۴۸ باب الإجارة الفاسدة مطلب فى الاستئجار على الطاعات)

تاج الشریعۃ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے اجرت لے کر قرآن پڑھنے پر نہ میت کو ثواب پہونچتا ہے اور نہ قاری مستحق ثواب ہوتا ہے، علامہ عینیؒ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے جو شخص دنیا کے لئے قرآن پڑھتا ہو اسے اس سے روکا جائے، قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہ گار ہوتے ہیں۔ حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کی اجرت لے کر پڑھنے کا رواج ہو گیا

ہے وہ جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ اس میں قراءت کا حکم کرنا آمر کو ثواب دینا اور مال کے لئے قراءت کرنا ہے پس جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قاری کو ثواب نہیں ملتا تو مستاجر (اجرت دے کر پڑھوانے والا) کو کہاں ثواب پہونچے گا؟ اگر پیسے (شیرینی) ملنے کی امید نہ ہو تو اس زمانہ میں کوئی کسی کے لئے تلاوت نہ کرے، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے قرآن مجید کو کمائی اور دنیا جمع کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الی قولہ۔ علامہ مفتی خیر الدین حاشیہ بحر کے کتاب الوقف میں تحریر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر استحساناً اجرت لینا جائز ہے، تلاوت مجردہ پر اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ تتارخانیہ میں بیان فرمایا ہے، اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد اجرت دے کر قرآن خوانی کرانا تو یہ وصیت معتبر نہیں اس لئے کہ یہ بمنزلۂ اجرت کے ہے اور محض قرآن خوانی کے لئے اجرت دینا باطل ہے اور یہ بدعت ہے۔ خلفاء میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے مسئلہ کو ہم نے استحساناً بیان کیا ہے، یعنی (قرآن کی حفاظت ہو جائے اس) ضرورت کی وجہ سے اور قبر پر اجرت لے کر قرآن خوانی کرنے کے لئے کوئی ضرورت نہیں۔الی قولہ۔علامہ خلوتی نے حاشیہ المنتہی الحنبلی میں شیخ الاسلام تقی الدین سے نقل فرمایا ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے اجرت دیکر قرآن خوانی کرانا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ کسی بھی امام سے اس کی اجازت منقول نہیں ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ قاری جب مال کے لئے قراءت کرے تو اس کو ثواب نہیں ملتا تو وہ کونسی چیز میت کو پہنچائے گا میت کو عمل صالح پہونچتا ہے تلاوت مجردہ کے لئے اجرت دینا کوئی بھی امام اس کا قائل نہیں الخ۔

شرح سفر السعادت میں ہے: وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است ومکروہ۔ یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ وغیرہم سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت

کے لئے سوائے نماز جنازہ کے دوسرے کسی موقعہ پر جمع ہوتے ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر پر اور نہ دیگر کسی مقام پر یہ تمام رواج ورسوم بدعت اور مکروہ ہیں۔

(شرح سفر السعادت ص:۲۷۳)

زادالمعاد میں ہے:

ولم يكن من هديه أن يجتمع للعزاء ويقرء له القرآن لاعند قبره ولا غيره وكل هذه بدعة حادثة مكروهة. (زادالمعاد ۱:۱۵۰، مصری)

یعنی آنحضرت ﷺ کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر کے پاس نہ کسی اور جگہ، یہ سب باتیں بدعت ہیں، ایجاد کردہ ہیں مکروہ ہیں۔

فتاوی بزازیہ میں ہے:

واتخاذ الدعوة بقراء ة وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء سورة الأنعام أو الإخلاص فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره (بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۴:۸۱)

(ایصال ثواب کا یہ طریقہ) کہ ختم قرآن یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کے لئے صلحاء اور قراء کو دعوت دے کر جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ ٹھیک نہیں، ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہونچادیں — الی قولہ — چاہے تین مرتبہ قل ھواللہ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائے گا، یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں، اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے، اور اللہ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا

جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے، چنانچہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا، تو وہ اس درجہ کو نہیں پہونچ پاتا، یہ فرق خلوص اور عدمِ خلوص کا ہے، کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کا ہوگا وہ غیر صحابی کا نہیں ہوسکتا'' (انفاس عیسیٰ ۱:۲۱۵)

مزارات پر عرس اور قوالی

زیارت قبور یقیناً مسنون ہے، مزارات پر عبرت حاصل کرنا، دعاء مغفرت اور فاتحہ خوانی کے لئے جانا اور بخشنا یہ سب جائز ہے، منع نہیں ہے، لیکن رسمی عرس جسے شرعی حکم اور ضروری سمجھ کر ہر سال وفات کے دن اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے، یہ ناجائز اور بدعت ہے، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ اہل کتاب کا (یعنی غیروں کا) رواج ہے، اگر اسلامی حکم اور دینی امر ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا عرس کرتے، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عرس کیا جاتا، حالانکہ حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: **لاتجعلوا قبری عیداً** میری قبر کو عید (تہوار) مت بنائیو (مشکوٰۃ شریف ص:۸۶) یعنی جس طرح تہوار میں لوگ ایک ہی تاریخ میں جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر جمع نہ ہونا عید (تہوار) میں یہ تین چیزیں خاص طور پر ہوتی ہیں: (۱) تاریخ متعین کرنا (۲) اجتماع (۳) خوشی منانا۔ لہٰذا اس حدیث سے مزاروں پر ایک متعین تاریخ پر جمع ہونے اور خوشی منانے کی ممانعت ثابت ہوئی، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لاتجتمعوا لزيارته اجتماعكم للعيد فإنه يوم لهو وسرور وحال الزيارة بخلافه و كان دأب أهل الكتاب فأروثهم القسوة** یعنی: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی زیارت کے لئے مثلِ عید کے جمع نہ ہونا چاہئے کیونکہ عید کا دن تو کھیل اور

خوشی (اور کھانے پینے) کا دن ہے اور زیارت قبر کی شان تو اس سے علیحدہ ہے (زیارت کا مقصد عبرت حاصل کرنا ہے موت اور آخرت کو اور اپنے انجام کو یاد کرنا ہے) قبر پر عرس منانے کا رواج اہل کتاب کا ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب بھی سخت ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے سال کے درمیان کتنے ہی عشاق آتے رہتے ہیں، اور زیارت کر کے اجر وثواب سے مالا مال ہوتے ہیں، جب حضور اقدس ﷺ کے روضہ اقدس پر عرس اور اجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگان دین کے مزاروں پر کیونکر جائز ہو سکتا ہے اسی لئے بزرگان دین، محدثین اور فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عرس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں:

لایجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السُّرج والمساجد علیها ومن اجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمّونه عُرْسًا (تفسیر مظہری)	یعنی جہلاء اولیاء اور شہداء کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کے ارد گرد طواف کرنا اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جسے عرس کہتے ہیں یہ سب امور ناجائز ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مقرر ساختن روز عرس جائز نیست: عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے (مسائل اربعین ص:۴۲)

مجالس الابرار میں ہے:

ونهی عن اتخاذها عیداً وهم یعنی اور قبروں کو عید بنانے سے منع فرمایا اور

یخالفونه ویتخذونها عیداً ویجتمعون حال یہ ہے کہ وہ مخالفت کرتے ہیں اور میلہ **لها کما یجتمعون للعید أو أکثر.** مناتے ہیں اور اس پر ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے عید کے لئے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ (مجالس الابرار ص:۱۱۸، مجلس:۱۷)

اسی طرح قوالی، طبلہ، سارنگی، باجا، وغیرہ قطعی حرام ہیں، مسند ابن ابی الدنیا میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اخیر زمانہ میں اس امت میں ایک قوم بندر اور خنزیر بن جائے گی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے ہوں گے؟ فرمایا کیوں نہیں، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا پھر اس سزا کی کیا وجہ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، وہ باجہ بجانے اور گانے کا پیشہ اختیار کریں گے، مزید فرمایا: **استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر:** باجے کی آواز سننا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے، اور اس سے لذت اندوزی کفر ہے (نصاب الاحتساب ص:۱۰۳، باب:۵۳، درمختار مع الشامی ۵:۳۰۶، کتاب الحظر والاباحۃ)

حدیث میں ہے: **الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع:** گانا دل میں نفاق اگاتا ہے جیسے کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص:۱۱۴)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الغناء رقیة الزنا:** راگ زنا کا رقیہ (یعنی منتر) ہے (تلبیس ابلیس ص:۳۴۸)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتوی

جو لوگ عرس قوالی وغیرہ کو بڑے اہتمام اور پابندی سے کرتے ہیں، دین اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں وہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے فتاوی بغور ملاحظہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں۔

سوال: آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں وہاں

چلا گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں، کیا اس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہ گار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب: ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ الخ (احکام شریعت ۱:۳۳)

خان صاحب کا دوسرا فتوی: عرض: کیا روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد: یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی، آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیا ہے، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں، حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے، حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمہ اللہ جو ہمارے پیروں کے سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے، ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی، مجلس میں تشریف لے چلئے، حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمہ اللہ نے فرمایا تم جاننے والے ہو مواجہ اقدس میں حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں، انھوں نے مزارِ اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان

قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ''ایں بدبختان وقت مارا پریشان کردہ اند'' وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات ۱:۹۰)

رضا خانی برادران کے دوسرے پیشوا مولانا حکیم محمد حشمت علی صاحب کا فتوی:

سوال: مستورات کو قبروں پر جانا اور مردوں کو سفر کر کے قبروں پر جانا جیسے پیران کلیر و اجمیر وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب: اصح الاقوال میں تو زیارت قبور مرد و عورت دونوں کے لئے جائز بلکہ مندوب و مستحب ہے، نور الایضاح میں ہے: ندب زیارتها للرجال والنساء علی الأصح، مگر اس زمانے میں مستورات کو زیارت قبور کے لئے جانا مکروہ بلکہ حرام ہے۔ قال بدر العینی فی شرح البخاری وحاصل الکلام أنها تکره للنساء بل تحرم فی هذا الزمان لاسیما نساء مصر لأن خروجهن علی وجه فیه فساد وفتنة۔ رہے مرد: ان کے لئے ہر حال میں زیارت قبور کے واسطے سفر کر کے جانا، مزارات اولیائے کرام وقبور آباء واجداد کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ کما مرّ وقال فی الغنیة وتستحب زیارة القبور للرجال۔ حضور اقدس سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کنت نهیتکم عن زیارة القبور ألا فزوروها بلکہ خود آنحضرت ﷺ کے فعل سے زیارتِ قبور ثابت ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے جا کر دعا فرماتے تھے مگر بہتر یہ ہے کہ زیارات پیران کلیر و اجمیر وغیرہ کو بعد میلوں کے جانا چاہئے کہ میلوں میں بدعات وامور نامشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے کا قابو نہیں رکھتے اور اولیاء کرام کے دربار میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت! (مجمع المسائل ۱:۱۱۰)

قبروں کا طواف

مزارات پر حاضر ہو کر قبروں کا طواف اور سجدے کئے جاتے ہیں، آستانے

چومے جاتے ہیں یہ افعال بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح مناسک کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

سوال: از طواف کردن قبر سہ بار کافر می شود یا مشرک یا فاسق؟

سوال: قبر کے گردا گرد تین مرتبہ پھرنے سے (طواف کرنے سے) آدمی کافر ہوجاتا ہے یا مشرک یا فاسق ہوتا ہے؟

جواب: طواف کردن قبر سہ بار باشد یا غیر سہ بار شرعاً غیر جائز وحرام است ومرتکب حرام کہ اصرار برآں سازد فاسق می شود واگر جائز ومستحب دانستہ طواف نمودہ باشد موجب کفر است فی شرح المناسک للقاری ولایطوف أی لایدور حول البقعة الشریفة لأن الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الأنبیاء والأولیاء...... إلخ (مأ ۃ مسائل ص:۶۸ سوال سی وچہارم)

جواب: قبر کے گردا گرد تین مرتبہ پھرے یا تین سے کم یا زائد شرعاً ناجائز اور حرام ہیں اور ایسا مرتکب جو حرام پر مصر ہو فاسق ہوجاتا ہے اور اگر جائز ومستحب سمجھ کر کسی نے طواف کیا ہو تو یہ موجب کفر ہے۔ ملا علی قاریؒ کی شرح مناسک میں ہے: نہ طواف کرے یعنی حضور ﷺ کے مزار مطہرہ کے گردا گرد نہ پھرے اس لئے کہ طواف کعبہ مقدسہ کے لئے مخصوص ہے پس انبیاء واولیاء کی قبروں کے گردا گرد طواف کرنا حرام ہے (امداد المسائل ترجمہ مأ ۃ مسائل ص:۷۵،۷۶)

قبروں پر سجدہ

اسی طرح قبر پر سجدہ کرنا حرام ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے آخری ایام میں فرماتے تھے: لَعَنَ اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور أنبیاء ھم مساجد یعنی: اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاری پر کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری شریف ۱:۱۷۷، کتاب الجنائز، باب

ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، مشکوٰۃ شریف ص:٦٩ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

نیز حدیث میں ہے:

عن جندب قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: أَلَا وإِنَّ مَن کان قبلکم کانوا یتخذون قبور أنبیاء هم وصالحیهم مساجد إنی أنهاکم عن ذلك رواه مسلم.	حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا، آپؐ فرماتے تھے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کوسجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے میں تم کو اس سے روکتا ہوں (تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا) (مشکوٰۃ شریف ص:٦٩)

ایک اور حدیث میں ہے:

عن عطاء بن یسار قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اللّٰهمّ لاتجعل قبری وَثَنًا یُعْبَدُ اشتدّ غَضَبُ الله علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد. (مشکوٰۃ شریف ص:۷۳ باب المسجد)	حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا جس کو پوجا جائے (جس کی عبادت کی جائے یعنی سجدہ کیا جائے) اللہ کا غضب بھڑکتا ہے اس قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کوسجدہ گاہ بنالیا۔

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ گیا، وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو دیکھا تھا وہ بیان کر کے اپنا خیال ظاہر کیا کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَرَأَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بقبری أکنتَ | یعنی دیکھو! اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرتے

تسجدُ لـهُ؟ فقلت: لافقال لاتفعلوا لو كنتُ آمرُ أَحَدًا أن يسجدَ لأحدٍ لَأَمَرْتُ النساءَ أن يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ الله لهم عَليهِنَّ منْ حقٍ، رواه أبو داود.

تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کیا ہرگز نہیں، فرمایا: پھر (زندگی میں بھی سجدہ) نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس حق کی وجہ سے جو اللہ نے مردوں کا ان پر رکھا ہے (مشکوٰۃ ص:۲۸۲ باب عشرۃ النساء)

نیز ایک حدیث میں ہے: ایک موقعہ پر ایک اونٹ نے آکر آپ ﷺ کو سجدہ کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو حیوانات اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعبدوا ربکم وأکرموا أخاکم، تم اپنے رب کی عبادت کرو (یعنی سجدہ عبادت ہے اور عبادت کے لائق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس ہے) ہاں تم اپنے بھائی کا اکرام کرو۔

عن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فى نفر من المهاجرين والأنصار فجاء بعير فسجد له فقال أصحابه يارسول الله تسجد لك البهائم والشجر فنحن أحق أن نسجد لك فقال: اعبدوا رَبّكم وأكرموا خاكم ولو كنت آمُرُ أحداً أن يسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها...... إلخ (مشکوٰۃ شریف ص:۲۸۳ باب عشرۃ النساء)

ان احادیث مبارکہ میں غور فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت کے متعلق قبر پرستی کا خطرہ کتنی شدت سے تھا اور کس قدر سختی سے اس کی ممانعت فرمائی جس قبر کو سجدہ کیا جائے اسے بت قرار دے کر سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور اسے غضبِ الٰہی کے بھڑکنے کا سبب فرمایا۔

قبر پر سجدہ کے متعلق بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ مالا بدمنہ

میں فرماتے ہیں:

مسئلہ: سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودُعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر می رساند، پیغمبر ﷺ بر آنہا لعنت گفتہ وازاں منع فرمودہ وفرمودہ کہ قبرمرابت نہ کنید۔ (مالابد منہ ص:۸۰ کتاب الجنائز)

یعنی انبیاء اور اولیاء کے قبروں پر سجدہ کرنا اور قبروں پر طواف کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان کے نام کی نذر ماننا حرام ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہونچادیتی ہیں، پیغمبر ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنالینا (یعنی جس طرح کفار بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اس طرح میری قبر کے ساتھ معاملہ نہ کرنا)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سوال سی وسوم: سجدہ کردن قبر را برائے تعظیم مقبور در شرع حرام است یا کفر یا شرک یا کبیرہ؟

(ترجمہ) سوال ۳۳: صاحب قبر کی تعظیم کے لئے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر ہے یا شرک ہے یا گناہ کبیرہ؟

جواب: سجدہ کردن غیر خدارا، قبر باشد یا غیر قبر حرام وکبیرہ است واگر بجہت عبادت غیر خدارا سجدہ کند موجب کفر وشرک است واگر غیر خدارا قبر باشد یا غیر قبر سجدہ بدون حضور نیت کند آنہم موجب کفر است، چنانچہ از کتب فقہیہ معلوم می شود وسجدۂ تحیہ کہ در زمان سابق بود در شریعت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام منسوخ شدہ چنانچہ کتب تفسیر وحدیث وفقہ دلالت برآں دارند الخ۔ (مأۃ مسائل ص:۶۳)

جواب: سوائے خداوند تعالیٰ کے کسی قبر کو یا قبر کے علاوہ اور کسی چیز کو سجدہ کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر عبادت کے ارادے سے سوائے خدا کے اور کسی کو

سجدہ کرے گا تو موجب کفر وشرک ہے۔اور اگر غیر خدا کو قبر ہو یا غیر قبر بلا کسی نیت کے سجدہ کرے گا تو یہ بھی موجب کفر ہے، چنانچہ روایات فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدۂ تحیہ(سجدۂ تعظیمی) جو گذشتہ امتوں میں رائج تھا شریعت محمد ﷺ میں وہ سجدہ منسوخ ہوگیا، چنانچہ کتب تفسیر اور حدیث وفقہ اس پر دال ہیں(اس کے بعد حضرتؒ نے حوالے نقل فرمائے ہیں)(امداد المسائل ترجمہ مأۃ مسائل ص:۷۰)

قبر پر سجدۂ تعظیمی اور طواف کے متعلق فاضل بریلوی

مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بلا شبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر تقبیل کیونکر متصور ہے، یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لكل مقام مقال ولكل مقال رجال ولكل رجال مجال ولكل مجالٍ منال، نسئال الله حسن المآل وعنده العلم بحقيقة كل حال. والله تعالى أعلم(احکام شریعت ۳:۲۷۳)

دیکھئے قبر کے تعظیمی سجدہ کو ناجائز کہا اور سجدۂ غیر اللہ کو حرام بتلایا اور تقبیل قبر کے ممنوع ہونے کو احوط فرمایا۔اور بہار شریعت میں ہے کہ:

مسئلہ: قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے(اشعۃ

اللمعات) اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے، اور اگر برکت لینے کے لئے گردمزار پھرا تو حرج نہیں مگر منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کچھ کا کچھ سمجھیں گے (بہار شریعت ۴: ۱۵۷)

الزبدة الزکیة لتحریم السجود التحیة (مصنفہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی) میں ہے: سجدۂ تعظیمی حرام ہے اور سور کھانے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ ہے جس کو قرآن عظیم نے کفر سے تعبیر فرمایا، اور رکوع کی حد تک جھکنا بھی حرام ہے (احسن الفتاوی ص:۹)

اور رسالہ جواھر القرآن فی أسرار الارکان میں لکھتے ہیں۔

''وقت زیارت دیوار حجرۂ محترمہ کو مَس نہ کرے (ہاتھ نہ لگائے) اس سے نہ چمٹے گرد روضۂ انور طواف نہ کرے، زمین نہ چومے، پیٹھ مثل رکوع نہ جھکائے، تعظیم رسول اللہ ﷺ ان کی اطاعت میں ہے (احسن الفتاوی، مفتی مدرسہ مظہر اسلام بریلی ص:۹)

دیگر رضا خانی علماء کے فتاوی

احسن المسائل (مصنفہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب مونگیری) میں ہے:

محض ان منکرات شرعیہ (قبروں کو بوسہ دینا، زمین چومنا، سجدہ کرنا، عورتوں کا آنا، قبروں پر گانا بجانا، مزامیر، ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی) کے انکار پر فریق ثانی کو وہابی بتانا ظلم بالائے ظلم ہے، توبہ لازم ہے بلکہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا بھی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید محمد افضل حسین مونگیری غفرلہ

مفتی دار العلوم مظہر اسلام بریلی، ۲۳ صفر ۱۳۷۴ھ

الجواب صحیح:

(۱) فقیر مصطفیٰ رضا قادری۔

(۲) ثناء اللہ الاعظمی غفرلہ، خادم الطلبہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی۔

(۳) فقیر محمد اخلاق احمد مدرس مظہر اسلام بریلی۔

(۴) معین الدین اعظمی، مدرس مظہر اسلام بریلی۔

(۵) محمد رجب علی القادری۔

(۶) فقیر ابو محمد سنی رضوی مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف۔

(۷) فقیر ابو الظفر محبّ الرضا محمد محبوب علی خاں قادری، برکاتی، رضوی، لکھنوی۔

(۸) فقیر مظفر پوری صدر مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی۔

(۹) محمد عرف جہانگیر صدر مدرس مدرسہ رضویہ مقام مچھاسرا (گجرات)

(۱۰) محمد حبیب اللہ مفتی جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔

(۱۱) فقیر عبد الحفیظ مفتی آگرہ۔

(بحوالہ ''احسن الفتاوی'' مفتی سید افضل حسین مونگیری ص:۱۲، ۱۳، ۱۴)

عرس کے موقعہ پر عورتیں زرق برق لباس پہن کر بے پردہ آتی ہیں، بے حیائی کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں اور حدیث میں ہے: **لَعَنَ اللّٰہُ الناظرَ والمنظورَ إلیہ۔** اللہ کی لعنت ہے غیر محرم کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر بھی جس کو دیکھا جائے ایسا عرس کس طرح جائز ہوسکتا ہے!

عورتوں کے مزار پر جانے کے متعلق

مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتوی

عرض: حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیۃ میں ہے، یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب

قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا...... بخلاف دیگر قبور ومزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود۔ اور احتمال مفسدہ موجود۔ اگر عزیزوں کی قبریں ہیں بے صبری کریں گی، اولیاء کے مزار ہیں تو محتمل ہے کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط جیسا کہ معلوم ومشاہد ہے لہٰذا ان کے لئے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے (ملفوظات مولانا احمد رضا خان صاحب ص:۱۱۶، ۱۱۷ حصہ دوم)

بہار شریعت میں ہے: مسئلہ عورتوں کے لئے بھی بعض علماء نے زیارت قبور جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع وفزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لئے جائیں تو بوڑھیوں کے لئے حرج نہیں اور جوانوں کے لئے ممنوع (ردالمحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع وفزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گذر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں (فتاوی رضویہ) (بہار شریعت ص:۱۶۳، ۱۶۴، حصہ چہارم، قبر ودفن کا بیان)

قبروں پر چراغ جلانا

قبروں پر چراغ جلانے سے حضور اقدس ﷺ نے نہ صرف ممانعت فرمائی ہے بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال لَعَنَ رسُول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر

علیها المساجد والسرج (رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی مشکوٰۃ شریف ص:۷۱ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ) جو قبروں پر جاتی ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

ملاعلی قاری حنفی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

والنهى عن اتخاذ السُرُج لما فيه من تضييع المال لأنه لانفع لأحدٍ من السراج ولأنها من آثارجَهنم وأما للإحتراز عن تعظيم القبور كالنهى عن اتخاذ مساجد إلخ. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۱۹:۲ مطبوعہ مکتبہ امدایہ، ملتان، پاکستان) ترجمہ: قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت یا تو اس لئے ہے کہ اس میں مال کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے، کیونکہ اس کا کسی کو نفع نہیں اور اس لئے کہ آگ تو جہنم کے آثار میں سے ہے (اس کو قبر سے دور رکھنا چاہئے) یا یہ ممانعت قبروں کی (غیر شرعی) تعظیم سے بچانے کے لئے ہے جیسا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت بھی اسی بناء پر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خاص خلیفہ بیہقی وقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

لايجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً (تفسیر مظہری بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۲:۱۹ ۱۳اردو) یعنی جاہل لوگ اولیاء اور شہدا کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا، اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جسے عرس کا نام دیتے ہیں یہ سب امور ناجائز ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب (نواسے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) تحریر فرماتے ہیں:

سوال سی ونہم: روشنی کردن برائے تعظیم میت جائز یا گناہ، کدام گناہ؟
سوال ۳۹: تعظیم میت کے لئے (قبر پر) روشنی کرنا جائز ہے یا گناہ اور کس قسم کا گناہ؟

جواب: غیر جائز بلکہ مستوجب لعن است **کما هو مذکورٌ فی الحدیث فی المشکوٰة عن ابن عباس لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسُّرج،** رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی (الی قولہ) در ترجمہ شیخ عبدالحق تحت ایں حدیث مرقوم است ولعنت کردہ است رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانیکہ می گیرند قبور را مسجد یعنی سجدہ برندگان بجانب قبور بقصدِ تعظیم چنانکہ گذشت وکسانے را کہ میگرند چراغہا را بر قبور بقصد تعظیم ونزد بعضے حرام است اگرچہ نہ تعظیم باشد از جہت اسراف وتضییع مال وبعضے گویند کہ اگر برائے رہگذر مردم باشد یا درسایۂ چراغ کارے می کردہ جائز است ودریں صورت چراغ گرفتن بجہت قبر نیست بلکہ بجہت کارے دیگر است کہ روشنی قبر ازاں منظور نیست انتہی۔ پس ازیں روایات معلوم شد کہ روشنی کردن بر قبور غیر جائز است ومقرون بہ لعنت شدن فعلے دلیل گناہ ست ونزد بعضے علامت کبیرہ است کما ذکرہ الشیخ عبدالحق فی شرح العربی علی المشکوٰۃ (مأۃ مسائل ص:۷۲-۷۳)

جواب: ناجائز ہے بلکہ قابل لعنت ہے چنانچہ مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد ونسائی اور ترمذی نے (مشکوٰۃ) - الی قولہ- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث بالا کے ذیل میں اپنے ترجمہ مشکوٰۃ میں ارقام فرماتے ہیں: رسول خدا ﷺ نے ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں یعنی تعظیم کے ارادہ سے قبروں کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ اوپر

ذکر ہو چکا ہے اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو تعظیم کے ارادہ سے قبروں پر چراغ جلاتے ہیں اور بعض علماء کے نزدیک حرام ہے اگرچہ تعظیماً (ان کا یہ فعل نہ ہو) لیکن اسراف اور تضییع مال کی وجہ سے حرام ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کی آمد ورفت کے لئے ہو یا چراغ کی روشنی میں کوئی کام کرتے ہوں تو جائز ہے اور اس صورت میں قبر کے لئے چراغ جلانا مقصود نہیں بلکہ ایک دوسرے ہی کام کے لئے اور قبر کی روشنی منظور نہیں ہے (لیکن اگر قبر کی روشنی مقصود ہے تو چراغ جلانا حرام ہوگا) انتہی (ترجمہ مشکوٰۃ للشیخ) پس ان روایات سے معلوم ہوگیا کہ قبروں پر روشنی کرنا ناجائز ہے، اور کسی فعل کا ملعون ہونا موجب گناہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک تو علامت گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشکوٰۃ کی عربی شرح میں بیان فرمادیا ہے

(امدادالمسائل ترجمہ مائۃ مسائل ص:۸۰،۸۱۔۸۲)

قبروں پر پھول چڑھانا

حدیث سے اتنا تو ثابت ہے کہ ایک موقع پر حضور اقدس ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی لے کر درمیان سے اس کو چیرا اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان سے عذاب میں تخفیف کردی جائے (بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۲ باب آداب الخلاء) اگر حقیقت میں حدیث پر عمل ہی کرنا ہے تو کوئی سبز ٹہنی قبر پر گاڑنا چاہئے جیسا کہ دفناتے وقت تازہ شاخ گاڑی جاتی ہے اس کو پھولوں کے ساتھ ہی کیوں خاص کردیا گیا؟ ٹہنی بآسانی اور مفت میسر ہوسکتی ہے پھولوں کو تو خریدنا پڑے گا اگر یہی پیسے ایصال ثواب کی نیت سے غریب کو دیدیئے جائیں تو مردہ کو زیادہ فائدہ پہونچنے کی امید ہے، معلوم ہوتا ہے کہ پھول یا تو تقربِ میت کی نیت سے چڑھائے جاتے ہیں جس کا ناجائز اور حرام ہونا ظاہر ہے یا صرف رسماً جس میں

اضاعت مال اور تشبہ بالہنود ہے ومسلم را تشبہ بالکفار وفساق حرام است، مسلمان کو کفار اور فساق کا تشبہ اختیار کرنا حرام ہے (مالابد منہ ص:۱۳۱) مردہ کے ایصال ثواب کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر یا صدقہ وخیرات کر کے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی جائے، یہ چیز مردوں کے لئے بہت نافع ہے اس سے ان کی روح بہت ہی خوش ہوگی، اور یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

سوال چہل ویکم: چادر گل انداختن برقبر چہ حکم دارد جائز یا گناہ؟ کدام گناہ؟

سوال (۴۱) پھولوں کی چادر قبر پر چڑھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ ہے؟

جواب: اگر برائے تقرب میت می اندازند غیر جائز است وحرام کما یفهم من الدر المختار وغيره عبارته هكذا اعلم أن النذر الذى يقع للأموات وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزَّيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرّباً إليهم فهو بالإجماع باطلٌ وحرام مالم يقصدوا صَرْفَهَا لفقراء الأنام وابتلى الناس بذلك ولاسيما فى هذه الأعصار انتهى واگر برائے تزئین قبر وتجمل آں باشد آنہم مکروہ است زیرا کہ قبر محل زینت وتجمل نیست بلکہ نزد قبر فعلی باید کرد کہ تذکر آخرت شود کہ درحدیث شریف وارد است زُورُوا القبورَ فإنها تزهّد فى الدنيا وتذكر الآخرة، پس امرے کہ خلاف زہد وتذکر آخرت باشد مطلوب از زیارت قبور نیست پس زینت وتجمل قبر خلافِ مقصود شارع خواہد شد وکسانیکہ انداختن سبزہ وگل بر قبور جائز داشتہ اند تمسک کردہ اند بحدیثی کہ در مشکوٰۃ وغیرہ است مَرّ النبى صلى الله عليه وسلم بقبرين فقال إنهما ليُعَذّبان وما يعذبان فى كبير أماأحدهما فكان لايستتر من البول.وفى رواية مسلم لايستنزه من البول وأما الآخر فكان يمشى بالنميمة ثم أخذ جريدة رطبة فشقّها بنصفَيْن ثم غرز فى كل قبر واحدة، قالوا يارسول الله بما صَنَعْتَ هٰذا فقال لعلّه أن يُخَفِّفَ عنها مَالم يَيْبَسَا. شیخ عبدالحق محدث

دہلوی تحت ایں می نویسند تمسک می کند جماعۃ بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل وریحان برقبور۔ وخطابی کہ از ائمہ اہل علم وقدوۂ شراح حدیث ایں قول رارد کردہ است وانداختن سبزہ وگل رابرقبور متمسک بایں حدیث انکار نمودہ وگفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد ودرصدر اول نبودہ وبعضے گفتہ اند بنابرآں تحدید وتوقیت بدانست کہ آنحضرت شفاعت خواست درتخفیف عذاب پس قبول کردہ شدازوی تامدت خشک شدن آں شاخ وکلمہ لَعَلَّ ناظر است دریں معنی الخ (مأۃ مسائل ص:۷۴،۷۵،۷۶)

جواب: اگر تقرب میت کے لئے وہ چادر ڈالتے ہیں تب تو ناجائز وحرام ہے چنانچہ درمختار وغیرہ سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے، درمختار کی عبارت یہ ہے: ترجمہ: جان تو کہ جو نذریں اموات کے لئے مانی جاتی ہیں اور وہ روپیہ پیسہ اور چراغ اور تیل اور اس کے مثل اور چیزیں جو اولیاء کرام کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے چڑھائی جاتی ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں جب تک کہ ان چیزوں کے خرچ کا ارادہ فقیروں کے لئے نہ ہو اور اس آفت میں خصوصاً اس زمانہ میں سب لوگ مبتلا ہیں، انتہی (درمختار) اور اگر پھولوں کی چادر قبر کی زیب وزینت کے لئے ہوتب بھی مکروہ ہے اس لئے کہ قبر زینت وآرائش کی جگہ نہیں ہے بلکہ قبرستان میں تو ایسے افعال کئے جائیں جس سے آخرت کی یاد زیادہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے۔ قبر کی زیارت کرو اس لئے کہ قبر کی زیارت کرنا دنیا کی طرف سے بے رغبت کر دیتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے پس جو کام زہد اور یاد آخرت کے خلاف ہوگا وہ زیارت قبور کا مقصود نہیں اس لئے کہ قبر کی زینت وآرائش شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصود کے خلاف ہو جائے گی اور جو لوگ سبزۂ وگل قبروں پر چڑھانا جائز سمجھتے ہیں انھوں نے مشکوٰۃ کی اس حدیث سے تمسک کیا ہے، نبی کریم ﷺ دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں لیکن کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا

چغلخور تھا پھر آپؐ نے ایک گیلی شاخ لے کر بیچ میں سے چیرا اور ہر ایک قبر پر گاڑ دی، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے کس لئے ایسا کیا تو آپ نے فرمایا: شاید ان سے عذاب میں تخفیف کردی جائے جب تک یہ شاخ نہ سوکھیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایک جماعت قبروں پر سبزۂ وگل اور ریحان چڑھانے پر استدلال (۱) کرتے ہیں لیکن علامہ خطابیؒ نے جو امام العلماء اور شارحین حدیث کے پیشوا ہیں اس قول کا رد فرمایا ہے اور اس حدیث سے قبروں پر سبزہ وگل ڈالنے کے استدلال پر انکار فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بات کچھ بھی اصلیت نہیں رکھتی اور قرون اولیٰ میں بھی نہیں تھا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس حد اور وقت مقرر فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تخفیف عذاب کی شفاعت فرمائی تھی جو اس ٹہنی کے خشک ہونے کی مدت تک کے لئے قبول فرمائی گئی اور لفظ لَعَلَّ یہی بات بتلا رہا ہے الخ (۲) (امداد المسائل ترجمہ مأۃ مسائل ص:۸۲،۸۳،۸۴)

---

(۱) میں کہتا ہوں کہ بدعتیوں کا حدیث مذکور سے استدلال سراسر باطل ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑے تھے پھول نہیں ڈالے تھے پس اگر ان لوگوں کا مقصود اتباع ہوتا تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ بھی کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑتے نہ کہ پھول چڑھاتے تو ثابت ہوا کہ ان کا مقصود ابتداع ہے نہ کہ اتباع، دوسرے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل گنہ گاروں کی قبروں پر کیا تھا نہ کہ صلحاء کی قبروں پر، اب اگر ان کا مقصود اتباع ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ فساق وفجار کی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھاتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ ایسے لوگوں کی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں جن کے متعلق ان کو عذاب کا احتمال تو کیا امکان بھی نہیں ہوتا، پس ثابت ہوا کہ آپ کو اتباع مقصود نہیں بلکہ ابتداع مقصود ہے، اور ان کا یہ استدلال از قبیلِ استنباطِ احکام نہیں بلکہ از قبیلِ تحریف حکم ہے، اعاذنا اللہ من ذلک۔ حبیب احمد کرانوی (امداد المسائل ترجمہ مائۃ مسائل ص:۸۴)

(۲) یہی مطلب متعین ہے مسلم شریف میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے یہ عمل کیوں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: إني مررتُ بقبرين يعذّبان، فأحببتُ بشفاعتي أن يُرَفَّهَ عنهما، مادام الغصنان رطبين یعنی میں ایسی دو قبروں پر گذرا جو ←

ایک نئی بدعت

نماز جمعہ کے بعد اجتماعی صلوٰۃ وسلام

بعض جگہ مسجد میں نماز کے بعد خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد قیام کر کے لوگ اجتماعی طور پر ایک خاص طرز سے جھوم جھوم کر زور زور سے التزاماً درود وسلام پڑھتے ہیں اور اس طریقہ کو ''اہل سنت'' (سنّی) ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے جو لوگ ان کے ساتھ اس فعل میں شرکت نہیں کرتے ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہتے ہیں، بد عقیدہ سمجھتے ہیں، درود اور معاذ اللہ حضور ﷺ کا مخالف اور گستاخ کہتے ہیں اور بعض متشدد تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کفر کا فتوی بھی لگا دیتے ہیں، انا اللہ، معاذ اللہ۔

یقیناً درود وسلام بہت اعلی درجہ کی عبادت ہے اور بہت عظیم عمل ہے قرآن مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان کئے گئے ہیں، اس عظیم عبادت کے لئے بھی دیگر عبادات کے مانند کچھ اصول اور آداب ہیں ان کی رعایت کرنا اور ان کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے اور ان کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور اپنے من گھڑت اور خود ساختہ طریقے کے مطابق عمل کرنا بجائے ثواب کے گناہ اور بجائے قرب کے بُعد کا سبب بن سکتا ہے۔

غور کیجئے: اگر کوئی شخص نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ کے بجائے درود شریف سے کرے، سورۂ فاتحہ کی جگہ درود پاک پڑھے، سورہ ملانے کے بجائے درود شریف پڑھتا رہے، تکبیرات انتقالات کے موقعہ پر درود پاک کا ورد کرتا رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی درود پڑھتا رہے، تشہد چھوڑ کر درود پاک کا شغل رکھے تو آپ خود بتلایئے کہ ان مقامات پر درود پاک پڑھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے صحیح طریقہ کہا جا سکتا ہے؟ نماز صحیح ہو جائے

← عذاب دی جارہی تھیں، پس میں نے اپنی سفارش سے چاہا کہ ان دونوں پر آسانی کی جائے جب تک وہ دونوں ٹہنیاں تر رہیں (حدیث جابر الطّویل فی آخر الکتاب) سعید احمد پالن پوری

گی؟ اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے موقعہ اور بے محل درود شریف پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

صلوٰۃ وسلام انفرادی طور پر (تنہا تنہا) پڑھا جاتا ہے، صلوٰۃ وسلام کے لئے اجتماع، اہتمام اور التزام ثابت نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ کے قول وعمل، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین، اولیاء عظام، مشائخ کرام، حضرت پیرانِ پیر، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ سے نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر کھڑے ہوکر زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ایک نمونہ اور ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے، لہٰذا یہ طریقہ یقیناً بدعت ہے اسے ایجاد کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور اس پر اصرار کرنے والے اور اسے دین سمجھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق ہیں۔ اور بدعت کے سلسلہ میں جو وعیدیں ہیں آپ اسے تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

جس عبادت میں اجتماع ثابت نہ ہو اس میں اجتماع سے روکا جائے گا

جس عبادت کے لئے اجتماع ثابت نہ ہو اگر اہتمام والتزام کے ساتھ اجتماعی طریقہ سے اس کو ادا کیا جائے گا تو وہ مناسب طریقہ نہ ہوگا اور اس سے روکا جائے گا اور اسلاف عظام سے اس کا بھی ثبوت ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(۱) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر اس کے لئے مساجد میں اجتماع اور اہتمام ثابت نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا۔ **عن مجاهد قال دخلت أناوعروة بن الزبير المسجد فإذا عبدالله بن عمر جالس إلى حجرة عائشة وإذا أناس يصلون فى المسجد صلوة الضحى قال فسئلناه عن**

صلوتهم فقال بدعة(بخاری شریف ا:۲۳۸)

(۲) شہاب الدین شیخ رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ويستحب التكبير فی طريق المصلّٰی ...... لكن لاعلى هيئة الاجتماع والاتفاق فی الصوت ومراعاة الأنغام فإن ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه.** ترجمہ: عیدگاہ جاتے آتے راستہ میں تکبیر **الله أكبر، الله أكبر، لاإله إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولِلّٰهِ الْحَمْد** پڑھنا مستحب ہے لیکن سب مجتمع ہوکر آواز سے راگ کی رعایت کرتے ہوئے نہ پڑھیں کہ یہ حرام ہے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھے (مجالس الابرار ص:۲۱۳،م:۳۲)

(۳) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں میں، شب برأت میں، رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتوں میں، ذی الحجہ کے دس دن اور ان کی دس راتوں میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن فقہائے کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان راتوں میں عبادت کرنے، نوافل وغیرہ پڑھنے کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔ البحر الرائق میں ہے: **ومن المندوبات إحياء ليالی العشر من رمضان وليلتی العيدين وليالی عشر ذی الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث وذكرها فی الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه ...... ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالی فی المساجد** (البحر الرائق ۲:۵۲ باب الوتر والنوافل)

(۴) علامہ ابن الحاج ''کتاب المدخل'' میں فرماتے ہیں: **وإنما اجتماعهم لذلك فبدعة كما تقدم** یعنی جمعہ کے دن سورۂ کہف مسجد میں اجتماعی طور پر پڑھنا بدعت ہے (انفرادی طور پر پڑھنا بہت عظیم ثواب کا کام ہے) (کتاب المدخل ۲:۸۱)

(۵) امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے **الحمدلله والسلام على رسول الله** کہا، حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا میں بھی یہ کلمات پڑھ سکتا ہوں مگر اس موقعہ پر یہ کلمات پڑھنے کی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم نہیں دی، اس موقعہ پر ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ

یہ کلمات کہیں: الحمدللہ علی کل حَالٍ۔

عن نافع أن رجلاً عطس إلی جنب ابن عمر فقال الحمدلله والسَّلام علی رسول الله ولیس هکذا علّمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم علّمنا أن نقول الحمد لله علی کل حَال (ترمذی شریف۲:۹۸،مشکوٰۃ شریف ص:۴۰۶)

ان کلمات میں یہ زائد کلمہ ''والسلام علی رسول اللہ'' اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے لیکن اس موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اس کے پڑھنے کی تعلیم نہیں دی۔ حضرت ابن عمرؓ کو یہی چیز نئی معلوم ہوئی اس لئے فوراً آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں بدعت اور ناجائز ہیں (الاعتصام۱:۲۴)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو اس کی ترغیب دینا اور جس کا وقت مقرر نہ ہو اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام ﷺ کے خلاف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے (مجموعہ فتاوی عزیزی۱:۹۹)

بحر الرائق میں ہے: ولأن ذکر الله تعالی إذا قَصد به التخصیص بوقت دون وقت، أو بشیئ دون شیئ: لم یکن مشروعاً، حیث لم یرو به الشرع، لأنه خلاف المشروع (البحر الرائق۲:۱۵۹)

ایک اشکال کا جواب

کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ اس میں گناہ کی کون سی بات ہے درود ہی تو پڑھا جارہا ہے، لیکن اگر مذکورہ بالا گذارشات پر غور کریں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ جو عمل بے موقع اور بے محل کیا جاتا ہے وہ قابل ملامت اور قابل مواخذہ ہوسکتا ہے۔

دیکھئے! روایت میں ہے: امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عیدگاہ میں عید کے دن دیکھا کہ وہ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے روک دیا، اس نے عرض کیا امیر المؤمنین! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا جس کام کے کرنے کی ترغیب نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دے گا اس لئے وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بے کار و بے فائدہ ہے پس ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے (مجالس الابرار ص:۱۲۹، م:۱۸)

ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھتا تھا، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے اسے روکا تو اس نے سعید بن مسیّب سے دریافت کیا: **یا أبا محمد أیعذّبنی اللہ علی الصلوٰۃ؟** اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: **لکن یعذبك اللہ بخلاف السنة** (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے (مسند دارمی)

غور کیجئے! نماز عبادت ہے حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا چونکہ خلافِ سنت ہے اس لئے موجب عقاب قرار پایا اور شدت سے منع کیا گیا۔

لہٰذا صلوٰۃ وسلام کا جو طریقہ ایجاد کیا گیا ہے اسے بدعت ہی کہا جائے گا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے زمانہ میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ لوگ مسجد میں بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔ شامی میں ہے:

لما صَحَّ عن ابن مسعود رضی اللہ عنه أنه أخرج جماعة من المسجد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز

سے لاالہ الا اللہ اور حضور ﷺ پر درود پڑھتے تھے، اور آپ نے فرمایا میں تمھیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں (شامی ۵:۳۵۰ کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع عند قوله هل یكره رفع الصوت بالذكر)

یهلّلون ویصلّون علی النبی صلی الله علیه وسلم جهراً وقال لهم ما أراكم إلّا مبتدعين.

جولوگ مروجہ صلوٰۃ وسلام پر عمل پیرا ہیں اور جگہ جگہ اس طریقہ کو رواج دینے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جولوگ ان کے اس نو ایجاد، خودساختہ طریقہ پر عمل نہیں کرتے انھیں برا بھلا، بدعقیدہ، تعظیم رسالت کے منکر، درود کے مخالف اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں مذکورہ روایت سے ان کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے، جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو اسے بدعت قرار دے رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں اور یہ لوگ اسی کو سنّی ہونے کی علامت بنائے ہوئے ہیں، فاعتبروا یا أولی الأبصار۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اتباع کامل یہ ہے کہ جو عمل جس طرح ثابت ہو اسی طرح اس پر عمل کیا جائے

اتباع کامل اور سچی پیروی یہ ہے کہ جو عمل آنحضور ﷺ سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح عمل میں لایا جاوے۔ اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کی جائے مثلاً:

(۱) عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ آتے جاتے بلند آواز سے تکبیر کہی جائے اور عیدالفطر میں پست آواز سے کہ اسی طرح ثابت ہے۔

(۲) نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) باجماعت ادا کی جائے اور نماز خسوف (چاند گرہن کی نماز) انفرادی طور پر ادا کی جائے باجماعت منع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔

(۳) صلوٰۃ استسقاء میں خطبہ ہے اور نماز کسوف میں نہیں کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۴) رمضان المبارک میں وتر با جماعت ادا کی جاتی ہے جبکہ دوسرے ایام میں با جماعت ادا کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کہ ثابت نہیں۔

(۵) جمعہ کی نماز کے لئے دو اذان (ایک منارہ پر دوسری منبر کے سامنے) دی جاتی ہیں اور نماز سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے مگر دونوں عیدین میں نہ منارہ کی اذان ہے اور نہ خطبہ کی اور نہ نماز سے قبل اقامت ہے، اس کا سبب صرف یہی ہے کہ عیدین میں اذان واقامت حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۶) نماز اشراق ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے مگر عیدین میں منع ہے کہ ثابت نہیں۔

محرم اور تعزیہ داری

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وإياه ثم إياه أن يشغله ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنياحةوالحزن إذ ليس ذلك من أخلاق المؤمنين وإلا لكان يوم وفاته صلى الله عليه وسلم أولى بذلك وأحرى (صواعق محرقة ص:١٠٩، شرح سفر السعادت ص: ٥٤٣)

یعنی خبردار اور ہوشیار! عاشورہ کے دن روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہوجانا مانند مرثیہ خوانی، آہ وبکا اور رنج والم کے اس لئے کہ یہ خرافات مسلمانوں کے شایان شان نہیں اور اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کی وفات کا دن اس کا زیادہ مستحق ہوسکتا تھا۔

قطب عالم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولو جاز أن يتخذ يوم موته يوم مصيبة لكان يوم الاثنين أولىٰ بذلك إذ قبض الله تعالى

یعنی اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ''یوم مصیبت وماتم'' کے طور پر منایا جائے تو یوم دوشنبہ (پیر کا دن) اس غم واندوہ کے لئے

نبيّه محمداً صلى الله عليه وسلم فيه وكذلك أبوبكر الصديق رضى الله عنه قبض فيه (غنیۃ الطالبین۲: ۳۸)

زیادہ سزاوار ہے کیونکہ اس دن حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی ہے اوراسی دن حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی وفات پائی ہے (حالاں کہ ایسا کوئی نہیں کرتا)

علامہ شیخ رومی مجالس الابرار میں لکھتے ہیں:

وأما اتخاذه ماتماً لأجل قتل الحسين بن على كما يفعله الروافض فهو من عمل الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِيْ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً إذ لم يأمر الله ولا رسوله باتخاذ إيام مصائب الأنبياء وموتهم مأتماً فكيف بما دونهم؟(مجالس الابرار ص:۲۳۹،م:۳۷)

اوراس دن کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے سبب یوم ماتم بنانا جیسا کہ روافض کرتے ہیں سو یہ ان لوگوں کا طریقہ کار ہے جن کی کوشش دنیا میں رائیگاں گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اپنا کام خوب خوب بنارہے ہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیاء کے مصائب اوران کی موت کے ایام کو ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا،توان سے ادنی لوگوں کا کیا پوچھنا؟

محدث علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإنه تجديد المأتم وقد نصوا على كراهيته كل عام فى سيدنا الحسين مع أنه ليس له أصل فى أمهات البلاد الإسلامية.

یعنی: ہر سال سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرنا علماء نے مکروہ تحریمی فرمایا ہے اور بلاد اسلامیہ میں کسی جگہ بھی یہ طریقہ رائج نہیں ہے۔(مجمع البحار۳: ۵۵۰)

علامہ حیات سندھی ثم المدنی (المتوفی ۱۱۶۰ھ) فرماتے ہیں: ''رافضیوں کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ امام حسینؓ کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اوراس کومزین کرکے گلی کوچوں میں لے کرگشت کرتے ہیں اور یاحسین یاحسین پکارتے ہیں اور

فضول خرچ کرتے ہیں یہ تمام باتیں بدعت اور ناجائز ہیں (الرقضہ فی ظہر الرفضہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

در صواعق گفتہ کہ طریقہ اہل سنت آنست کہ دریں روز ہم از مبتدعات فرقۂ رافضیہ مثل ندبہ ونوحہ وعزا وامثال آں اجتناب کنند کہ نہ از داب مؤمنان است والا روز وفات حضرت پیغمبر ﷺ اولی واحریٰ می بود۔

یعنی: اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشورا کو فرقۂ روافض کی بدعات مخترعہ مثلاً ماتم، نوحہ وغیرہ سے علیحدہ رہتے ہیں کہ یہ مومنوں کا کام نہیں ہے ورنہ اس غم کا سب سے زیادہ حقدار پیغمبر ﷺ کا یوم وفات تھا (شرح سفر السعادت ص:۵۴۳)

حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری وتعزیہ سازی است در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایں بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وشدہ وغیرہا وایں معنی بالبداہت از قبیل بت سازی وبت پرستی است۔

یعنی: ماہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے گمان میں ماتم اور تعزیہ سازی بھی روافض کے ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، ان بدعتوں کی چند قسمیں ہیں: قبر ومقبرہ کی نقل علم وشدہ وغیرہ کہ یہ کھلے طور پر بت سازی اور بت پرستی کی قسم میں سے ہیں (مجموعہ ملفوظات عرف صراط مستقیم فارسی ص:۵۹)

رضا خانی اور بریلوی علماء بھی ان خرافات کو ناجائز اور گناہ کہتے ہیں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے فتاوی غور سے پڑھو اور سبق حاصل کرو:

(۱) علم، تعزیہ، بیرک، مہندی، جس طرح رائج ہے بدعت ہے اور بدعت سے

شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے والوں کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہئے۔ واللہ اعلم (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص:۵۹)

(۲) سوال تعزیہ بنانا سنت ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے، ایسا شخص علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک خارج از اسلام تو نہ سمجھا جائے گا اس پر کفر کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے شروع ہوا ہے؟ اگر سامنے آجائے تو بنظر تحقیر یا تعظیم سے دیکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: وہ جاہل خطا وار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے، تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض وروگردانی کریں اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہئے اس کی ابتداء سنا جاتا ہے امیر تیمور لنگ بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی (عرفان شریعت ۲:۱۵)

(۳) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ناجائز ہے کہ وہ مناہی ومنکرات سے مملو ہوتے ہیں (عرفان شریعت ۱:۱۶)

(۴) اب کہ تعزیہ داری طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے (رسالہ تعزیہ داری ص:۳)

(۵) محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے (احکام شریعت ۱:۹۰)

(۷) سوال: ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

الجواب: یہ بات سوگ ہے اور سوگ حرام ہے (احکام شریعت ۱:۹۰)

مولوی محمد مصطفیٰ رضا خانی بریلوی نوری برکاتی کا فتوی:

تعزیہ بنانا بدعت ہے اس سے شوکت ودبدبۂ اسلام نہیں ہوسکتا، مال کا ضائع کرنا ہے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص:۶۰)

مولوی حکیم محمد حشمت علی حنفی قادری بریلوی کا فتوی:

الجواب: تعزیہ داری جس طرح رائج ہے متعدد معاصی ومنکرات کا مجموعہ اور گناہ وناجائز وبدعت شنیعہ وباعث عذاب الٰہی، طریقۂ روافض ہے اسے جائز نہ کہے گا مگر بے علم، احکام شریعت سے ناواقف، حضور اقدس سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں: **کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار** دوسری حدیث میں ہے: **شر الأمور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة کذا فی المشکوٰة** پس تعزیہ کا بنانے والا، رکھنے والا، اس میں دامے، درمے، قدمے مدد کرنے والا اس پر شیرینی چڑھانے والا، فاتحہ دینے والا سب گنہ گار، مستحق عذاب نار کہ یہ سب باتیں بدعت و اعانت علی المعصیت ہیں اور وہ حرام، سخت عذاب کا باعث، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بدعت شنیعہ سے بموجب حدیث **إیاکم و محدثات الأمور** سے بچیں اور دور رہیں اور کسی طرح اس میں شرکت نہ کریں (مجمع المسائل ۱:۱۱۹)

مولوی محمد عرفان رضا خانی صاحب کا فتوی:

تعزیہ بنانا اور اس پر ہار پھول چڑھانا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ناجائز وحرام ہیں، شرعی اخلاقی وتمدنی اعتبار سے سب سے زیادہ فضول اور مضر مروجہ رسمی تعزیہ سازی ہے، جس کے باعث مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ کاغذ بانس کی شکل میں تبدیل ہوکر زیر زمین دفن ہوجاتا ہے، تعزیہ مروجہ بنانا تضییع مال وسنت روافض ہے، اور اس کا جائز جاننا اشد گناہ ہے، ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوتی ہے (الی قولہ) اسی طرح مسلمانوں کا بہت سارو پیہ ڈھول تاشے آرائش وزیبائش کی نذر ہوجاتا ہے، اور بہت سارو پیہ مرثیہ خوانوں کی جیبوں میں پہونچتا ہے (الی قولہ) بعض سنیوں میں بھی روافض کی طرح محرم شریف میں سوگ منایا جاتا ہے، دس یوم چارپائیوں پر نہیں سوتے، ننگے سر، ننگے پیر رہتے ہیں۔ سیاہ ماتمی لباس یا سبز رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں یا

کم سے کم سبز ٹوپی ہی اوڑھ لیتے ہیں، گلے میں کلاواڈالتے ہیں، بچے سبز رنگ کے کپڑے پہنا کر فقیر بنائے جاتے ہیں، عورتیں چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں، پان نہیں کھاتیں، مسّی وسرمہ نہیں لگاتیں، دس محرم الحرام کو جب تک کہ تعزیہ والے تعزیہ دفن کر کے مصنوعی کربلا سے واپس نہیں آتے، کھانا نہیں پکتا، ان سب امور کو اسلام سے کچھ واسطہ نہیں سوگ حرام ہے الخ (عرفان ہدایت ص:۹،۱۰)

مولوی ابوالعلی امجد علی اعظمی، سنی حنفی، قادری، رضوی کا فتوی:

علم اور تعزیہ بنانے پیک بننے، اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے (بہار شریعت ۹:۳۵)

موصوف کا دوسرا فتوی:

مسئلہ: تعزیہ داری کے واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح ڈھانچے بنانے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ پاک کی شبیہ (تصویر، نقشہ) کہتے ہیں، کہیں تخت بنائے جاتے ہیں، کہیں ضریح (قبر) بنتی ہے اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں، ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں، کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں، کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار پھول ناریل چڑھائے جاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے، چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں، تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں، سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے

ہیں اور وہاں شربت مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہ اقدس پر فاتحہ دلا رہے ہیں، پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے، پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں، سب کچھ کیا جاتا ہے، اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے، حضرت قاسم کی مہندی نکالتے ہیں، گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک (قاصد) بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگھرو باندھتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے کسی بچے کو فقیر بنایا جاتا ہے، گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں، کوئی سقہ بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے، گویا یہ دریاء فرات سے پانی بھر لائے گا، کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہے گویا کہ یہ حضرت عباس علمبردار ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو وخرافات ہیں، ان سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خوش نہیں یہ تم خود غور کرو کہ انھوں نے احیاء دین وسنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا، بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں براق بنایا جاتا ہے جو عجیب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا، شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہوگا، کہیں دلدل بنتا ہے، کہیں بڑی قبریں بنتی ہیں، بعض جگہ آدمی، ریچھ، بندر، لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں، جن کو اسلام تو اسلام! انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی، ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا، افسوس! محبت اہل بیت کرام کا دعوی اور ایسی بیجا حرکتیں؟ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشہ بنالیا، اسی سلسلہ میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور

سینہ کوبی ہوتی ہے، اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے، سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے، تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور جب تعزیہ گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے، مرثیہ میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیے رافضیوں کے ہیں بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے مگر اس رَو میں سنّی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انھیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ جاتے ہیں یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں (بہارشریعت ص:۲۴۷، ۲۴۸، حصہ ۱۶)

دعاءثانی

بعض مسجدوں میں یہ طریقہ ہے کہ فرض نماز کے بعد تو فقط اللھم انت السلام والی دعا مانگی جاتی ہے پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام اور مقتدی اکھٹے ہو کر الفاتحہ کہہ کر اجتماعی دعا کرتے ہیں اور اس کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، جو لوگ اس طرح دعاءثانی نہیں کرتے ان کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں، حتی کہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

مسنون یہ ہے کہ فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے تو نماز کے بعد دعاء بھی جماعت کے ساتھ کی جائے یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں تو دعاء بھی الگ الگ مانگیں، سنن اور نوافل کے بعد فاتحہ اور دعاء ثانی کا طریقہ خلاف سنت، بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہو کر دعا مانگنا نہ آنحضرت ﷺ کے کسی عمل اور فرمان سے نہ صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے، آنحضرت ﷺ صحابہ کرام اور سلفِ صالحین (رضی اللہ عنہم) کا

طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعاء بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے، اور پھر سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعاء بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے، اور صحابہ کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسجد بنی اشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوۃ شریف ص:۱۰۵)

بہر حال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام و مقتدی کا مل کر باجماعت دعاء مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے؟ دعا مانگنے کے لئے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تب بھی آپؐ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعاء نہیں فرمائی بلکہ آنحضرت ﷺ سنتوں میں مشغول رہتے اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قراءت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد سے چلے جاتے تھے (ابوداؤد شریف، ۱:۱۹۱) **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراء ة في الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق أهل المسجد.**

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ ﷺ کے کوئی باقی نہ رہا (شرح معانی الآثار ا:۲۰۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام ومقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا یہ دستور اور طریقہ خلافِ سنت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے (بحوالہ فتاوی رحیمیہ اردو جلد اول ص: ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷)

مصافحہ بعد نماز

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا. (ترمذی ۲:۹۷)	یعنی جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

مجالس الابرار میں ہے: وأما المصافحة فسنة عندالتلاقی، اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے (ص:۴۹۲، مجلس:۸۴)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام وجواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر، نماز عصر، نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فإن محلّ المصافحة المشروعة أول ترجمہ: بیشک مشروع مصافحہ کا محل شروع

الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذا صَلّوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرّح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذٍ وإنها من البدع المذمومة (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۴:۵۷۵)

ملاقات کا موقعہ ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک اِدھر اُدھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض علماء نے تو صراحۃً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فى تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة رضى الله تعالى عنهم ماصافحوا بعد أداء الصلوة ولأنها من سنن الروافض اهـ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع وأنه يُنبَّه فاعلها أولاً ويعزز ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل إنها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو

ترجمہ: نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ قابل کراہت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کردی جائے (نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اسے سزا دی جائے اور ابن الحاج مالکیؒ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں: یہ بھی ایک بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں پس جہاں

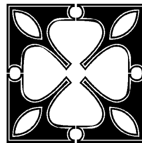
شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے موقعہ پر مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے۔ اور خلاف سنت مصافحہ کرنے والے کو سختی سے منع کیا جائے۔

عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعلها لما أتى به من خلاف السنة (شامی ۵:۳۳۶)

مجالس الابرارص:۲۹۸، مجلس:۵۰ میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

بہرحال اصل مسئلہ یہی ہے، البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں مزاج بگڑ چکے ہیں، بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں، بدگمانیاں پھیلتی ہیں، لہٰذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی صورت پیدا نہ کرنا چاہئے کہ اسے بدگمانی، شکایت اور رنج ہو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴:۵۷۵، بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۲:۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲)

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل وعیال، متعلقین احباب اور پوری امت کو سنتِ رسول اللہ ﷺ اور تعاملِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور طریقۂ سلف صالحین پر عمل کرنے اور بدعات سے بالکلیہ بچنے کی توفیق عطا فرمائے، دین وایمان پر استقامت، ایمان وسنت پر موت نصیب فرمائے اپنی رضا مندی عطا فرمائے۔ **آمین بحرمة النبی الأمي وسيد المرسلين صلى الله عليه وسلم وهو الهادى إلى الصراط المستقيم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وأصحابه وأهل بيته وأهل طاعته أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين.**



حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی تصنیفات

① تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کے دروسِ ترمذی کا مجموعہ ہے، تین جلدیں طبع ہوچکی ہیں، جو النکاح کے ختم تک ہیں، مقدمہ: نایاب اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے اور شرح کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مدارکِ اجتہاد بیان کئے گئے ہیں، نیز ترمذی شریف کی عبارت صحیح اعراب کے ساتھ دی گئی ہے اور کتاب کا ہر لفظ حل کیا گیا ہے، شروع میں کتاب العلل کی شرح بھی ہے، جو ایک قیمتی سوغات ہے۔ غرض یہ شرح ہر مدرس کی ضرورت اور حدیث کے ہر طالب علم کی حاجت ہے۔

② رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ ــــــ حضرت الامام المجدد الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان برگزیدہ علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی شہرت زمان ومکان کی قیود میں محدود نہیں، وہ اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوئے مگر ان کی شخصیت تمام عالم اسلام کا سرمایہ ہے۔ ان کی کتابیں اور انکے علوم ومعارف اسلامی تاریخ کا انمول خزانہ ہیں۔ حضرت الامام کی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن حکمت شرعیہ اور فلسفۂ اسلام پر ان کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اپنی نظیر آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے متعدد تراجم ہوچکے ہیں اور بعض بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ان سے کتاب حل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو جنھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی۔ شرح سے علماء، طلباء اور پڑھے لکھے لوگ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں اور تین ہزار چھ سو صفحات میں مکمل ہوئی ہے۔ ظاہری طور پر وہ تمام محاسن کتاب میں موجود ہیں جو ہونے چاہئیں، کتابت روشن اور واضح ہے، کمپیوٹر کتابت ہے، مگر جلی خط ہونے کی وجہ سے ضعیف نگاہ والے بھی بآسانی مطالعہ کرسکتے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلی اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے، جلد مضبوط، دلکش اور خوب صورت

ہے۔اور قیمت اتنی کم ہے کہ اس ضخامت کی کتاب بازار میں اس قیمت پر دستیاب نہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ایک احسان امت پر یہ بھی کیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔جو دو جلدوں میں طبع ہو گیا ہے۔

③ ہادیہ اور الوافیہ شروح کافیہ: کافیہ: علم نحو کا مشہور و مقبول متنِ متین ہے، اس کی عبارت سلیس اور آسان ہے، مگر اس آسان کتاب کو طریقۂ تدریس نے مشکل بنا دیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے اس پر ایک کام یہ کیا ہے کہ کافیہ کو مفصل و مرقم کر دیا ہے۔اس کے ہر مسئلہ اور ہر قاعدہ کو علحدہ کیا ہے، پھر اس کی نہایت آسان شرح لکھی ہے اور شروع میں کافیہ پڑھانے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور قدیم طرز سے ہٹ کر کافیہ کس طرح طلبہ کے ذہن نشین کی جائے اس کے لئے ''مشقی سوالات'' دیئے گئے ہیں۔ پھر دوسری شرح الوافیۃ عربی میں لکھی ہے اور اس پر وہی مفصل و مرقم متن ہے تاکہ طلبہ درس میں اس کو سامنے رکھ کر پڑھ سکیں۔

④ آسان نحو (دو حصے) نحو کی ابتدائی عربی کتابوں میں تدریج کا لحاظ نہیں رکھا گیا، یہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ یہ دو حصے پڑھا کر علم نحو کی کوئی بھی عربی کتاب شروع کرائی جا سکتی ہے۔زبان آسان اور انداز بیان سلجھا ہوا ہے۔

⑤ آسان صرف (دو حصے) آسان نحو کے انداز پر تدریج کا لحاظ کر کے یہ رسالے مرتب کئے گئے ہیں۔ پہلے حصہ میں گردانیں ہیں قواعد برائے نام ہیں اور دوسرے حصہ میں قواعد مع گردان دیئے گئے ہیں۔اور ابواب کی صرف صغیر دی گئی ہے۔ بہت آسان اور مفید نصاب ہے۔

⑥ آسان منطق: ترتیب تیسیر المنطق۔ دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس میں تیسیر المنطق کی جگہ اب یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔اس میں تیسیر المنطق ہی کو سہل کر کے مرتب کیا گیا ہے، کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

⑦ الفوز الکبیر (جدید ترجمہ) قدیم ترجمہ میں سُقم تھا، اس کو سنوارا گیا ہے، بغلی عناوین بڑھائے گئے ہیں اور ضروری حاشیہ لکھ کر عمدہ کاغذ پر کتاب طبع کی گئی ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں اب یہی ترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔ متوسط استعداد کے طلبہ از خود بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس کی آسان اردو شرح الخیر الکثیر مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری نے لکھی ہے، اور عربی شرح العون الکبیر ہے۔

⑧ تفسیر ہدایت القرآن: یہ مقبول عام وخاص تفسیر ہے۔ پارہ ۳۰ وا-۹ حضرت مولانا محمد کاشف الہاشمیؒ کے لکھے ہوئے ہیں اور ۱۰ تا ۱۸ مفتی صاحب نے لکھے ہیں، آگے کام جاری ہے اس تفسیر میں ہر ہر قرآنی کلمہ کے الگ الگ معنی دیئے گئے ہیں اور حاشیہ میں حل لغات اور ضروری ترکیب بھی ہے۔

⑨ **فیض المنعم**: مقدمہ مسلم شریف کی اردو شرح ہے۔ اس میں ضروری ترکیب اور حل لغات بھی ہیں، غرض کتاب حل کرنے کے لئے ہر ضروری بات اس کتاب میں موجود ہے اور کوئی غیر ضروری بات نہیں لی گئی۔

⑩ کامل برہانِ الٰہی تبیین وتشریح حجۃ اللہ البالغہ: رحمۃ اللہ الواسعہ میں مفتی صاحب نے عنوان قائم کرکے جو حجۃ اللہ کی آسان شرح کی ہے اس کو علحدہ کرلیا ہے اور ہلکی چار جلدوں میں مذکورہ نام سے یہ نئی کتاب تیار کی ہے اس میں حجۃ اللہ البالغہ کی عربی عبارت، ترجمہ، لغات اور تشریحات شامل نہیں۔ اب یہ عام مطالعہ کی ایک بہترین کتاب بن گئی ہے جو لوگ حجۃ اللہ حل نہیں کرنا چاہتے صرف اس کے مضامین پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ قیمتی سوغات ہے، زبان آسان اور سلیس ہے، ہر قاری بے تکلف اس کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

⑪ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں: ڈاڑھی، مونچھ، بال، زیر ناف، ختنہ وغیرہ بہت سی سنتوں کے مسائل، دلائل اور فضائل، ڈاڑھی پر ہونے والے اعتراضوں کے جوابات بھی شامل کتاب ہیں۔

⑫ کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟ حضرت نانوتویؒ کی توثیق الکلام کی شرح، مسئلہ کی مکمل تنقیح اور سیر حاصل بحث۔

ملنے کا پتہ:

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور